مقتدی کو امام کے پیچھے
قرأت نہیں کرنی چاہیے

اس موضوع پہ بہترین کتاب

اطیب الکلام

ملخص

احسن الکلام

تالیف

مولانا حافظ عبدالحق خان زاہد

مکتبہ صفدریہ
نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴾جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴿

نام کتاب .... اطیب الکلام
مصنف .... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
طبع ہفتم .... جنوری ۲۰۰۵ء
تعداد .... گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت .... ۲۱ / روپے
مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶
☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان
☆ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی
☆ اسلامی کتب خانہ ایبٹ آباد
☆ مکتبہ صدیقیہ حضرو اٹک
☆ مکتبہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
پیش لفظ	۵
سبب تالیف	۱۱
باب اول نصِ قرآنی	۱۷
آیت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الآیۃ کا شانِ	״
نزول قرأۃ خلف الامام کا مسئلہ ہے۔	۱۸
حضرت ابن مسعودؓ سے اس کی تفسیر	״
״ عباسؓ ״ ״ ״	۱۹
حضرت مجاہدؒ ابن مسیبؒ حسن بصریؒ	۲۱
اور امام زہریؒ سے اس کی تفسیر	۲۲
״ عبید بن عمیرؒ اور عطاءؒ ״ ״	۲۲
محمد بن کعب القرظیؒ اور بعض دیگر حضرات	۲۳
سے اس کی تفسیر	״
امام ابن جریرؒ اور بغویؒ	۲۴
״ زمخشری	۲۵
بیضاویؒ اور ابن کثیرؒ	۲۶
علامہ ابوالسعودؒ	۲۷
״ آلوسیؒ اور ابن عبدالبرؒ	۲۸
حافظ ابن تیمیہؒ	۲۹
مولانا عبدالصمد غیر مقلد	۳۱
القرآن کا اولین مصداق سورۃ فاتحہ ہے	״
باب دوم مرفوع احادیث	۳۴
پہلی حدیث	״
دوسری حدیث	۳۵
تیسری حدیث	۳۶
چوتھی اور پانچویں حدیث	۳۷
چھٹی ״	۳۸
ساتویں ״	۳۹
آٹھویں اور نویں ״	۴۰
دسویں ״	۴۱
گیارہویں ״	۴۳
بارھویں اور تیرھویں ״	۴۴
چودھویں ״	۴۵
پندرھویں اور سولہویں ״	۴۶
سترھویں اور اٹھارویں ״	۴۷
انیسویں ״	۴۸
بیسویں ״	۴۹

مضمون	صفحہ
باب سوم۔ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وغیرہم	۵۴
حضرات خلفاء راشدین رض	؍؍
" ابن مسعود رض وابن عباس رض	۵۴
" زید بن ثابت رض وابن عمر رض	۵۵
حضرت ابوہریرہ رض اور عائشہ رض	۵۷
حضرت سعد رض وانس رض وعلقمہ رح	۵۸
" عمرو بن میمون رح۔ اسود بن یزید اور سعید بن غفلہ رح	۵۹
" نافع بن جبیر رح سعید بن جبیر رح اور عروۃ بن الزبیر رح	۶۰
حضرت ابراہیم نخعی رح قاسم بن محمد رح سفیان بن عیینہ رح شیخ عبدالقادر جیلانی حافظ ابن تیمیہ رح	۶۱
حافظ ابن القیم رح وابن قدامہ رح	۶۳
حضرت امام احمد بن حنبل رح	؍؍
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح	۶۴
حضرت امام اعظم رح	۶۶
حضرت امام شافعی رح	۶۷
حضرت امام مالک رح	۶۸
باب چہارم فریق ثانی کے دلائل	۷۰
پہلی حدیث لا صلوٰۃ لمن الخ	۷۱
پہلا جواب حرف من تعمیم کے لیے نہیں	۷۲
دوسرا جواب اس میں فصاعداً وغیرہ کی زیادت بھی ہے	۷۵

مضمون	صفحہ
تیسرا جواب یہ حدیث منفرد یا امام کے لئے ہے۔	۷۷
چوتھا جواب مدرک رکوع اس سے مستثنیٰ ہے۔	۷۹
پانچواں جواب حضرت عبادہ رض امام کے پیچھے جہراً پڑھتے تھے	۸۱
دوسری حدیث	۸۲
اس کا پہلا جواب	؍؍
" " دوسرا "	؍؍
" " تیسرا "	۸۵
" " چوتھا اور پانچواں جواب	؍؍
" " چھٹا جواب	۸۶
تیسری حدیث	۸۷
اس کا پہلا جواب	۸۸
" " دوسرا "	۹۰
" " تیسرا "	۹۲
چوتھی روایت	۹۴
اس کا جواب	؍؍
تمت بالخیر۔	

پیش لفظ

(۱) غیر مقلّدین حضرات نے عرصہ سے علماءِ احناف کو عوام میں بدنام کرنے اور عوام کو ان سے بدظن کرنے کے لیے جن فروعی اور اختلافی مسائل کا سہارا لیا ہے ان میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ سرِ فہرست ہے۔ یہ مسئلہ اور دوسرے نزاعی مسائل کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ ابتداء ہی سے چلے آرہے ہیں لیکن جب سے غیر مقلّدین حضرات نے ان میں غلو سے کام لینا شروع کیا ہے تو اس وقت سے صورتِ حال مختلف ہو گئی ہے پہلے یہ اختلافات اور خصوصیت سے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ صرف علماء، فقہاء اور محدثین تک ہی محدود تھے۔ ہر فرقہ اپنے اپنے اندازِ فکر کے مطابق سوچتا سمجھتا، تحقیق کرتا اور اس پر عمل کرتا تھا اس کے باوجود دوسرے فریق اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا دل سے احترام ہوتا تھا، ان فروعی اختلافات کی آڑ میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے گریز کیا جاتا تھا اور ایک دوسرے کے خلاف تعصب آمیز مہم نہیں چلائی جاتی تھی۔ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے اب

اختلاف کی حدود علماء اور فقہاء سے تجاوز کر کے عوام تک وسیع ہو چکی ہیں عموماً فریق مخالف اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا احترام دل سے اٹھ گیا ہے۔ بر سر عام ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے اور ان اختلافات کا سہارا لے کر دوسروں پر گمراہ، جہنمی، فرقہ ناجیہ سے خارج اور فی النار و فی السقر کے فتوے جڑے جاتے ہیں وہ اختلافات جو علماء و فقہاء کے علم و نظر میں وسعت پیدا کرنے کے محرک ہوتے تھے اور امت کے لیے رحمت ہوا کرتے تھے افسوس کہ وہ آج زحمت بن چکے ہیں۔

(۲) اس عظیم انقلاب کا پس منظر غیر مقلّدین حضرات کا وہ تعصب ہے اور علماء احناف سے ان کا وہ بغض اور عناد ہے جو انہیں کسی بھی لمحہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ عین اس وقت جب کہ ہندوستان کے علماء احناف تحریک آزادی کی قیادت کر رہے تھے اور سر زمین ہند کو ظالم فرنگی کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے میں مصروف تھے غیر مقلدین حضرات نے (خدا جانے کس مصلحت کے تحت) ان فروعی اختلافات کی آڑ لے کر اور خصوصاً تقلید اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ کے مسئلہ کو موضوع بحث بنا کر علماء احناف کے خلاف طوفان بپا کر دیا اور بیسیوں کی تعداد میں کتابیں رسالے اور پمفلٹ ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیے کہ مقلدین اور خصوصاً احناف سنت کے پیروکار نہیں ہیں یہ اماموں کے اندھے اور کورے مقلّد ہیں اور احناف تو سراسر سنت کے خلاف چلتے ہیں رفع یدین یہ نہیں کرتے اماموں کے پیچھے فاتحہ یہ نہیں پڑھتے

وغیرہ وغیرہ اس لیے یہ گمراہ ہیں اور فرقۂ ناجیہ سے تو قطعی طور پر خارج ہیں اور ناجی فرقہ صرف اہلحدیث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں۔ غرضیکہ مقلّدین اور خصوصاً احناف کی یہ مفروضہ غلطیاں اور عیوب جو بارہ سو برس تک کسی کے نزدیک موجب تکفیر و تفسیق نہ تھے ان حضرات پر چشم زدن میں منکشف ہوگئے اور ان کے خلاف ہر قسم کے بے محل فتوے صادر کرنے میں ان کو لطف محسوس ہوا۔

(۳) اوّل تو علماء احناف نے ان کی سرگرمیوں پر خاموشی اختیار کی لیکن جب یہ یقین ہوگیا کہ یہ لوگ ان سرگرمیوں سے باز آنے والے نہیں اور جب یہ لوگ تمام مذہبی، اخلاقی اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے تو علماء احناف کو بھی مجبوراً محض دفاع کی خاطر میدان میں آنا پڑا اور علامہ ظہیر احسن شوق نیموی، مجاہد کبیر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری فقیہ وقت حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ اور حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیرؒ نے اس فتنہ کا تقریری اور تحریری طور پر مقابلہ کیا اور علمی دنیا میں غیر مقلّدین حضرات کی حقیقت واضح کردی اور ثانی الذکر دو بزرگوں نے تو فاتحہ خلف الامام اور دیگر بعض مسائل میں میدانِ مناظرہ میں اتنی عظیم شکست دی کہ غیر مقلد مناظرین کو پھر دوبارہ ان بزرگوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی لیکن اس امر کا احساس بڑی شدت اختیار کرتا چلا جارہا تھا کہ ان مسائل کے متعلق چند کتابیں ایسی تحریر کی جائیں جن میں ان مسائل کے تمام مباحث تفصیلی طور پہ جمع ہوجائیں اور متلاشیانِ حق کو تمام مباحث یکجا فراہم ہوسکیں۔

(۴) چنانچہ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے والد محترم محقق وقت حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب "احسن الکلام فی عدم وجوب قرأۃ الفاتحہ خلف الامام" دو جلدوں میں تحریر فرمائی، اس کتاب کا علماء کرام، فقہاء عظام اور محدثین نے پرجوش خیر مقدم کیا اور اس کو انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اکابر محدثین نے زوردار الفاظ میں تقاریظ لکھ کر اس کی تائید فرمائی اور علماء نے اس کی بے انتہا تعریف کی لیکن غیر مقلدین حضرات اس کتاب کے منظر عام پر آنے سے بے حد سیخ پا ہوئے اور ان کے عزائم کی وہ خوشنما عمارت جو عرصہ سے وہ تصوّر میں قائم کئے ہوئے تھے دھڑام سے زمین پر آرہی چنانچہ اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیے کافی لوگوں نے ہاتھ پاؤں ہلائے لیکن اس کتاب کا دائرۂ اثر بجائے تنگ ہونے کے دن بدن وسیع ہوتا چلا گیا اور جن لوگوں نے اس کے جوابات شائع کئے تھے ان کے جوابات خود اپنی ناکامی پر مصنفین کا منہ تکتے رہ گئے، اب اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری کی جارہی ہے اور اس کا دوسرا ایڈیشن انشاء اللہ تعالیٰ تراجم واضافات کے ساتھ عنقریب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہورہا ہے جس میں احسن الکلام کا جواب لکھنے والوں کے جوابات کا خوب جائزہ لیا گیا ہے۔

(۵) ملک کے چند اکابر علماء نے حضرت والد محترم دامت فیوضہم کو مشورہ دیا کہ

ایک تو یہ کتاب خالص علمی رنگ میں لکھی گئی ہے جس سے علماء اور طلبہ ہی صحیح طور پر مستفید ہو سکتے اور عوام الناس اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب بہت ضخیم ہے جسے ہر کوئی شخص پڑھ بھی نہیں سکتا اس لیے عوام کے لیے محض نفس مسئلہ اور اس کے ضروری مباحث پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ اس کتاب سے ملخص کر کے شائع کرنا چاہیئے تاکہ علماء کی طرح عوام بھی اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور غیر مقلّدین حضرات نے عوام میں جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

حضرت مدظلہ نے بارہا اس کام کے کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن ان کی بے حد مصروفیات نے ان کو اس بات کی اجازت نہ دی اور کام بھی چونکہ بہت ضروری اور عجلت طلب تھا اس لیے احقر نے اس عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے باوجود اپنی علمی وعملی بے مائیگی کے بیڑا اٹھایا اور محض خداوند قدوس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کیا اور اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہ کے فضل وکرم کے ساتھ اس رسالہ کو مکمل کیا اس رسالہ میں جتنے مباحث ہیں وہ احسن الکلام ہی سے اخذ کیے گئے ہیں اگرچہ بعض مقامات پر ترتیب ایک ضروری مصلحت کے پیش نظر بدل دی ہے اور بعض جگہوں پر عبارت میں اجمال وتفصیل سے بھی کام لیا گیا ہے لیکن اس کا تانا بانا احسن الکلام ہی سے تیار کیا گیا ہے اس کتابچہ میں سند اور رواۃ کی توثیق وجرح پر اور نیز دیگر اعتراضات اور ان کے جواب

پر کوئی بحث نہیں کی گئی وہ جس صاحب ذوق نے دیکھنی ہو تو اصل کتاب احسن الکلام میں دیکھے ہاں صرف باحوالہ مسئلہ اس کتابچہ میں پڑھ لے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت والد محترم مدظلہ کی صحت اور درازئ عمر کے لیے دعا کریں اور اس حقیر کے لیے دعا فرماویں کہ اللہ تعالے اس حقیر پُر تقصیر کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت عظمٰی سے نوازے اور دین حق کی اور علماء کرام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

خاکپائے علماء احناف

حقیر پُر تقصیر حافظ محمد عبدالمتین خاں زاہد

متعلم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

۹ صفر ۱۳۸۵ھ

۱۰ جون ۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

سبب تالیف

عالمِ انسانی میں ہر چیز کا وجود اسباب و علل اور دواعی و محرکات کے وجود پر موقوف ہے جب تک علّت وجود اپنے تمام لوازم و دواعی کے ساتھ معرض وجود میں نہ آجائے کسی چیز کا عالم وجود میں آنا ممکن نہیں اگرچہ مسئلہ قرأۃ خلف الامام اپنے مثبت یا منفی پہلو کے لحاظ سے عہد صحابہ کرامؓ سے لے کر تا ہنوز بحث و تحیص اور تطبیق و ترجیح کا محتاج رہا ہے اور ہر فریق نے اپنی صواب دید کے مطابق اس کے محرم یا مبیح پہلو پر خامہ فرسائی کی اور دلائل کو اجاگر کر کے اپنے مسلک کی تائید اور دوسرے فریق کو جواب دیا ہے مگر کتاب احسن الکلام کو اس خاص تشکل و صورت اور ترتیب و دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا بڑا سبب فریق ثانی کی حد سے زیادہ تجاوز اور گرم گفتاری ہے اور گویا ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ؎

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست!

غیر مقلدین حضرات کا یہ دعوے ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی اور بعض نے تو یہاں تک تجاوز کیا ہے کہ جملہ احناف کو بے نماز اور مفسدین صلوٰۃ کے خطاب سے نوازا ہے چنانچہ ان حضرات کی تعدی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ "بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے" (تنقیح التنقید ص۳۵) اور ایک غیر مقلد تگمہ منفعت مزاج عالم لکھتے ہیں کہ "اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہلحدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتداد والوں کو مخلد فی النار تک کا حکم صادر فرما دیا تھا نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے بے نماز کافر ہے لہذا وہ مخلد فی النار ہے (بلفظہٖ) بحوالہ اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع ص۱ طبع کردہ مینجر رسالہ صحیفہ اہلحدیث صدر دہلی۔

اور اب کراچی سے ایک کتابچہ بنام "فصل الخطاب فی قرأۃ فاتحۃ الکتاب" کتب خانہ اہلحدیث ۱۱۹ نیو کلاتھ مارکیٹ کراچی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں انتہائی فراخدلی سے روئے زمین کے احناف کو انعامی چیلنج کیا گیا ہے اور روئے زمین کی چیدہ چیدہ ہستیوں کو للکارا گیا ہے اس چیلنج کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

اِنعامی چیلنج :- تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم اہلحدیث امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن بحوالہ صحاح ستہ ومادافق بہا دکھلاتے ہیں ایسا ہی وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے بحوالہ صحاح ستہ ومادافق بہا دکھادیں تو ہم ان کو اس حق محنت وداد ہمت تمغہ صداقت کے صلہ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلے میں مبلغ ایک سو روپیہ! دینے کو تیار ہیں انشاء اللہ، کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دل حنفی جو میدان مناظرہ میں کودے اور امام کے پیچھے خاص لفظ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا دکھا کر مبلغ پانچسو۵۰۰ روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید۔

اس انعامی چیلنج کو شائع کئے ہوئے آج تیرہ۱۳ سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور تقریباً یہ چیلنج بارہ ہزار۱۲۰۰۰ کی تعداد میں طبع کرا کر علماء اور جہلاء کے ہاتھوں میں پہنچا چکے ہیں۔ دیوبند، ڈابھیل اور ہندوستان و پاکستان کے احناف کے بڑے بڑے مدارس میں بھی پہنچ چکا ہے احناف کے مقتدر علماء مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے لیکن اس وقت تک کسی حنفی کو یہ جرأت نہیں ہوئی اور نہ ہی آئندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ کہ وہ دنیا کی کسی کتاب سے ایک حدیث ہی بموجب شرائط مندرجہ درہ چیلنج پیش کر کے انعام حاصل کرنے کے علاوہ مذہب حنفی پر احسان کرتا لیکن کرتا کہاں سے جب کہ اس طرح ایک

حدیث کسی دنیا کی اسلامی کتب میں موجود نہ ہو اور یقیناً نہ ہو (انتہی بلفظہ فصل الخطاب صلا و صلا) اس شاہی اور فراخدلانہ انعامی چیلنج کے بعد اسی کتابچہ کے آخری صفحہ پر یہ اعلان ان الفاظ سے دہرایا گیا ہے "تمام دنیا کے علماء احناف کو کھلا چیلنج :

ہم تمام علماء احناف ہند، سندھ، پنجاب، بنگال، خراسان، عربستان چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، مصر، عراق وغیرہ کو بذریعہ چیلنج و اشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں نص صریح صحاح وما وافق بہا سے ثابت فرما دیں تو ہم ان کو اس حق محنت، داد ہمت، تمغہ صداقت کے صلہ میں ہر آیت اور ہر حدیث کے بدلہ میں پچیس۲۵ روپیہ انعام دیں گے انشاء اللہ۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو فاتحہ سے منع کرنا۔

(پھر نو۹ عدد مسئلے لکھ کر اور تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ تحریر فرما کر بحث کو اس اعلان پر ختم کیا ہے) هَلْ مِنْ مبارز يُبَارِزُنِي۔ یعنی کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دل اور خوش نصیب حنفی بھائی جو میدان میں کودے اور ہم سے سینکڑوں روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید انتہی بلفظہ (فصل الخطاب) اور اب فصل الخطاب صلا کے جدید اڈیشن میں یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ کالعدم ہے بیکار ہے اور باطل ہے

(بلفظہ) مشہور غیر مقلد مولوی ابوالشکور عبد القادر صاحب حصاروی لکھتے ہیں کہ۔

حق مذہب اہل حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں (بلفظہ سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اہل الایمان صلا) اور نیز لکھا ہے کہ مقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ ہیں اور اہل حدیثوں جیسے مسلمان نہیں (ایضاً ص۵) اور پھر لکھا ہے کہ خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجودہ دس وجہوں سے (جن میں ایک ترک القرأۃ خلف الامام بھی ہے) گمراہ ہیں اور فرقۂ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز ہے (بلفظہ ص۵) اور پھر آگے لکھا ہے کہ سچا فرقہ اور ناجیہ اہلحدیث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیئے اہل بدعت سے نہ ہوتا کہ مخالطت لازم نہ آئے (بلفظہ ص۲۳) یہ اور اس قسم کے دیگر اقتباسات کو پیش نظر رکھ کر پڑھے آدمی کو ضرور شبہ ہو جاتا ہے کہ حنفی معاذ اللہ گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ترک القرأۃ خلف الامام بھی ہے اس مجبوری کے پیش نظر ہم نے یہ کتاب سہل زبان میں لکھی ہے تاکہ منصف مزاج حضرات خود فیصلہ کر لیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

فریق ثانی کے تیرھویں صدی ہجری کے وکیل اعظم مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری (المتوفی ۱۳۵۲ھ) جن کی کتاب تحقیق الکلام پر فریق ثانی کے مسئلہ زیر بحث پر مناظرہ کا دارومدار ہے۔ امام خطابی (المتوفی ۳۸۸ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں

کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف تھا ایک گروہ قرأت خلف الامام کا قائل اور دوسرا گروہ منکر تھا اسی لئے فقہائے کرامؒ اور ائمہ دینؒ کا بھی اس میں اختلاف ہے ایک طائفہ مطلقاً وجوب کا قائل ہے اور دوسرا مطلقاً ممانعت کا اور تیسرا گروہ سرّی نمازوں میں قائل ہے اور جہری میں قائل نہیں ہے (محصلہ تحفۃ الاحوذی جلد ا ص ۲۵۷) اندریں حالات انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریق ثانی جس پہلو کو حق اور صحیح سمجھتا شدت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتا لیکن اس اختلافی مسئلہ میں دوسروں کی تکفیر و تفسیق ہرگز نہ کرتا اور ان پر تعدّی و تجاوز سے گریز کرتا مگر آپ دیکھ چکے ہیں کہ وہ تو ان کو (معاذ اللہ) گمراہ اور ناجی فرقہ سے ہی خارج نہیں کر رہا ہے بلکہ ان کو فی النار والسقر کر کے ہی خوشی محسوس کرتے ہیں (العیاذ باللہ) اور بایں ہمہ ظلم و جور فریق ثانی سلف صالحینؒ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور عوام کو یہ باور کرا رہا ہے کہ سنت صحیحہ صرف مجھے الاٹ ہے اور اس کا بلاشرکت غیرے واحد ٹھیکیدار ہی میں ہوں اور مجھے ہی دین کا غم ہے۔ فواسفا۔

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو

نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو

○

باب اوّل

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلّم داشتن

اہلِ اسلام پر یہ بات مخفی نہیں کہ قرآن کریم کو قطعیت اور یقین کا جو درجہ حاصل ہے وہ دنیا میں کسی اور کتاب کو ہرگز حاصل نہیں ہے اس لحاظ سے جس مسئلہ پر قرآن کریم کی کسی آیت سے روشنی پڑتی ہو وہ مسئلہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور جس گروہ کے ہاتھ میں قرآن پاک کی آیت بطور دلیل موجود ہو وہ یقیناً برحق ہوگا بحمد اللہ تعالیٰ جمہور اہل اسلام کے پاس امام کے پیچھے ہر قسم کی قراءت ترک کرنے کے بارے میں نص قطعی موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

(پ۹ اعراف ۱ (۴) ۔

جمہور اہل اسلام کا بیان ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ قرأۃ خلف الامام پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قرآن کریم کی قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رکھیں اور خود خاموش رہیں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ صرف استماع اور انصات یعنی توجہ کرنا اور خاموش رہنا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں پہلی روایت امام ابن جریرؒ رأس المفسرین حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر یوں نقل فرماتے ہیں کہ :۔

صَلّٰی ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ فَسَمِعَ اُنَاسًا یَقْرَأُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اٰنَ لَکُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا! اَمَا اٰنَ لَکُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کَمَا اَمَرَکُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص۱۰۳)	حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی سو انہوں نے چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل اور سمجھ سے کام لو اور جب قرآن کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

یہ صحیح روایت وضاحت سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پڑھنے والے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو عقل و فہم سے کام

سننے پر تنبیہ فرماتے ہوئے امام کے پیچھے قرأت سے منع فرمایا اور یہ بات بھی عیاں کر دی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو استماع اور انصات کا حکم دیا ہے جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوں۔ اور یہ وہی حضرت ابن مسعودؓ ہیں جو کتاب اللہ کے عالم ہونے میں تمام صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ خلفاء راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور جن کو ہر سورت اور ہر آیت کا شان نزول بخوبی معلوم تھا۔

دوسری روایت :- حضرت امام بیہقیؒ کتاب القراۃ میں حضرت ابن مسعودؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ أَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ كَمَا أُمِرْتَ فَإِنَّ فِي الْقِرَاءَةِ لَشُغْلًا وَ سَيَكْفِيْكَ ذَالِكَ الْإِمَامُ۔

(کتاب القراۃ ص۴۳)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ خود پڑھنے سے امام کی قرأت سننے سے آدمی رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت بھی صحیح ہے اور خطاب ان لوگوں کو ہے جو امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں مگر اس جگہ ہم صرف دو روایتیں نقل کرتے ہیں۔

پہلی روایت : حضرت امام بیہقیؒ کتاب القرأۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ واذا قری القرآن الخ فرضی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القرأۃ ص۳۲)

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا مفہوم واضح ہے کہ اس آیت میں استماع اور انصات کا جو حکم آیا ہے وہ شانِ نزول کے اعتبار سے صرف فرضی نمازوں کو شامل ہے گو غیر فرضی نمازوں (نماز عید و تراویح وغیرہ) اور خطبہ کو بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے یہ شامل ہے۔

دوسری روایت :- حضرت امام بیہقیؒ کتاب القرأۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ :-

اَلْمُؤْمِنُ فِیْ سَعَۃٍ مِّنَ الْاِسْتِمَاعِ اِلَیْہِ اِلَّا فِیْ صَلٰوۃٍ مَفْرُوْضَۃٍ اَوِ الْمَکْتُوْبَۃِ اَوْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَوْ یَوْمَ الْفِطْرِ اَوْ یَوْمَ الْاَضْحٰی یَعْنِیْ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الخ (کتاب القرأۃ ص۳۲)

آیۃ واذا قری القرآن الخ کے پیش نظر مومن پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ سنے یا نہ سنے مگر فرضی نماز، نماز جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ان حالات میں تو بہر حال اس کیلئے

استماع اور انصات ضروری ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ کی سابق روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیۂ کریمہ مذکورہ کا شانِ نزول فرضی نماز ہے اور اس روایت میں وہ عموم الفاظ کے پیش نظر خطبۂ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کو بھی شامل کرتے ہیں اور ان سب کا حکم بھی استماع اور انصات بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ بن جبرؒ (المتوفی سنہ ۱۰۲ھ) اس آیۂ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے یعنی انصات اور استماع کا حکم امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں کے لیے ہے (کتاب القرأۃ ص۳۰)

حضرت سعیدؒ بن مسیبؒ (المتوفی سنہ ۹۴ھ) بھی اس آیۂ کریمہ کا شان نزول نماز ہی بیان فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الخ قَالَ فِي الصَّلٰوةِ یعنی یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے (کتاب القرأۃ ص۵۰)

حضرت حسن بصریؒ (المتوفی سنہ ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَأَنْصِتُوا فِي الصَّلٰوةِ یعنی اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول نماز ہے (کتاب القرأۃ ص۵۰)

حضرت امام زہریؒ (المتوفی سنہ ۱۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ:-

لَا يَقْرَأُ مَنْ وَرَاءَ الْإِمَامِ فِيمَا يَجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ يَكْفِيهِمْ قِرَاءَتُهُ	امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی کو قرأۃ کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے

الْإِمَامِ وَإِنْ لَّمْ يَسْمَعْ صَوْتَهُ وَ لٰكِنْ يَّقْرَؤُوْنَ فِيْمَا لَا يَجْهَرُ بِهِ سِرًّا فِيْ أَنْفُسِهِمْ وَلَا يَصْلُحُ لِأَحَدٍ خَلْفَهُ أَنْ يَّقْرَأَ مَعَهُ فِيْمَا يَجْهَرُ بِهِ سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ الْآيَةَ (کتاب القراۃ ص ۷۵)

امام کا پڑھنا ہی مقتدی کو کافی ہے چاہے مقتدی کچھ بھی نہ سنتا ہو اس کو نہ جہر سے پڑھنا جائز ہے اور نہ آہستہ ہاں سرّی نمازوں میں وہ اپنے دل میں قرأت کر سکتا ہے اور جہری نمازوں میں اس لئے منع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموش رہو اور اسے سنو۔

سرّی اور جہری نمازوں کا بیان اپنی جگہ پر ہوگا لیکن بہر حال امام زہری بھی اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول مسئلہ قرأۃ خلف الامام بتلاتے ہیں۔

حضرت عبید بن عمیرؒ (المتوفی سنہ ۷۴ھ) اور حضرت عطاء بن ابی رباح رح (المتوفی سنہ ۱۱۴ھ) سے مروی ہے کہ وہ دونوں بزرگ ایک جگہ باتیں کر رہے تھے اور پاس ہی ایک واعظ وعظ کر رہے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کو کہا کہ آپ ذکر کیوں نہیں سنتے اور کیوں وعید کے مستوجب ہو رہے ہیں! ان دونوں نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے میں نے پھر دوبارہ کہا تو پھر ان بزرگوں نے میری طرف دیکھا اور باتیں شروع کر دیں پھر جب میں نے سہ بارہ کہا تو دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ جو آیت تمہارے پیش نظر

ہے یعنی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ الخ تو یہ آیت نماز کے متعلق ہے نہ کہ وعظ وغیرہ کے متعلق۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص۱۰۳ و تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص۲۸۱)

حضرت محمد بن کعب القرظیؒ (المتوفی ۱۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے جب آپؐ قرأت کرتے تو صحابہؓ بھی ساتھ ساتھ قرأۃ کرتے جاتے اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ الخ کہ جب قرآن کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموشی اور توجہ کیساتھ اسے سنو تاکہ تم رحم کیے جاؤ (کتاب القراۃ ص۶۲)

حافظ ابن کثیرؒ آیۂ مذکورہ کے متعلق مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

وَهٰكَذَا قَالَ۔ الضَّحَّاكُ وَاِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَقَتَادَةُ وَالشَّعْبِيُّ۔ وَالسُّدِّيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ الصَّلٰوةُ۔

ضحاکؒ، ابراہیم نخعیؒ۔ قتادہؒ شعبیؒ سُدیؒ اور عبدالرحمانؒ بن زید بن اسلمؒ رحہم اللہ تمام یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔

(ابن کثیر ص۲۸۱ ج۲)

حضرات! ابھی بہت سی مسند روایتیں تابعینؒ اتباع تابعینؒ اور مفسرین کرامؒ سے اس آیت کی تفسیر میں موجود ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہیں نظر انداز کرتے ہیں اور چند معتبر تفسیروں کے حوالے ہدیۂ ناظرین کرتے

ہیں بغور ملاحظہ فرماویں۔

امام ابن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر کے بارہ میں جتنے بھی اقوال ہیں ان سب میں سب سے زیادہ راجح قول یہ ہے کہ آیۂ مذکورہ کا شانِ نزول نماز اور خطبہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وَقَدْ صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ قَوْلِهٖ وَإِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا فَالْإِنْصَاتُ خَلْفَهُ لِقِرَاءَةٍ وَاجِبٌ عَلٰى مَنْ كَانَ بِهٖ مُؤْتَمًّا سَامِعًا قِرَاءَتَهٗ لِعُمُوْمِ ظَاهِرِ الْقُرْاٰنِ وَالْخَبَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث مروی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو لہٰذا جو شخص امام کے پیچھے اس کی اقتداء کر رہا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے کیونکہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۱۲)

امام حسین بن محمود بغویؒ (المتوفی ۵۱۶ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی تحقیق یوں درج فرماتے ہیں کہ۔

وَالْأَوَّلُ أَوْلٰى وَهُوَ أَنَّهَا فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ لِأَنَّ الْآيَةَ مَكِّيَّةٌ	ان سب میں سے راجح قول پہلا ہے وہ یہ کہ آیۂ مذکورہ کا شانِ نزول نماز ہے

وَالْجُمُعَۃُ وَجَبَتْ بِالْمَدِیْنَۃِ وَالْفُقَوْا عَلٰی اَنَّہٗ مَامُوْرٌ بِہٖ بِالْاِنْصَاتِ حَالَۃَ مَا یَخْطُبُ الْاِمَامُ (تفسیر معالم التنزیل علیٰ ابن ابن کثیر جلد۳ ص۶۲۳)

اسلئے کہ یہ آیت مکی ہے اور جمعہ تو مدینہ میں فرض ہوا لہٰذا خطبہ اس کا شانِ نزول کیونکر ہوسکتا ہے ہاں مگر سب علماء کا اتفاق ہے کہ خطبہ کے وقت بھی سامع کو خاموش رہنا چاہیئے۔

امام بغویؒ نے یہ معاملہ بالکل صاف کر دیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول تو صرف نماز ہے خطبہ کسی طرح بھی اس کا شان نزول نہیں ہوسکتا ہاں قرآن کریم کے عموم الفاظ اور ائمہ دینؒ کے اتفاق سے خطبہ کے وقت خاموش رہنا بھی مامور بہ ہے علامہ محمود بن محمد زمخشریؒ (المتوفی ۵۲۸ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ظَاھِرُہٗ وُجُوْبُ الْاِسْتِمَاعِ وَالْاِنْصَاتِ وَقْتَ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ صَلٰوۃٍ وَغَیْرِ صَلٰوۃٍ وَقِیْلَ کَانُوْا یَتَکَلَّمُوْنَ فِی الصَّلٰوۃِ فَنَزَلَتْ ثُمَّ صَارَ سُنَّۃً فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَنْ یُّنْصِتَ الْقَوْمُ اِذَا کَانُوْا فِیْ مَجْلِسٍ یُقْرَاُ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ (تفسیر کشاف للزمخشری جلد۱ ص۵۲۳)

آیت کا ظاہری مفہوم اس بات پر دال ہے کہ نماز یا غیر نماز ہر حالت میں قرآن کی طرف توجہ کرنا اور خاموش رہنا ضروری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے لوگ نماز میں تکلّم کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی پھر یہ سنت ہے کہ خارج از نماز اگر کسی مجلس میں قرأت ہوتی ہو تو سامع خاموشی اختیار کرے۔

قاضی بیضاویؒ (المتوفی ۶۸۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ كَانُوْا يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهَا فَأُمِرُوْا بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ وَالْإِنْصَاتِ لَهُ، وَظَاهِرُ اللَّفْظِ يَقْتَضِيْ وُجُوْبَهُمَا حَيْثُ يُقْرَأُ الْقُرْاٰنُ مُطْلَقًا وَعَامَّةُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اِسْتِحْبَابِهِمَا خَارِجَ الصَّلٰوةِ۔

(تفسیر بیضاوی ص۳۰۸)

یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے لوگ نماز میں تکلم کیا کرتے تھے تو اس کے ذریعہ ان کو قرأت امام کی طرف توجہ کرنے اور خاموش رہنے کا حکم کیا گیا ہے آیت کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ جہاں بھی قرأت ہو وہاں استماع اور انصات ضروری ہو لیکن اکثر علماء قرأت خارج الصلوٰۃ میں انصات اور استماع کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم مومنوں کے لیے بصیرت ہدایت اور رحمت کا موجب ہے تو اس کے بعد قرآن مقدس کے احترام اور اس کی تعظیم کا عملی طریقہ بتایا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہو تو اس وقت تم خاموش رہو نہ جیسا کہ مشرکین قرآن سنتے وقت شور و غل مچایا کرتے تھے آگے لکھتے ہیں۔

لٰكِنْ يَتَأَكَّدُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ كَمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهِ مِنْ

لیکن احادیث سے مؤکد طور پر خاموش رہنے کا حکم صرف امام کے پیچھے فرضی نمازوں میں اقتداء کرنے والوں کے لیے معلوم ہوتا

حدیث ابی موسی الاشعری :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا وکذا رواہ اہل السنن من حدیث ابی ہریرۃ ایضاً وصححہ مسلم بن الحجاج ولم یخرجہ فی الکتاب
تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صـ۲۳ مع المعالم

ہے چنانچہ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اسی طرح ارباب سنن نے حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت بھی باسند پیش کی ہے اور امام مسلمؒ نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن سند کے ساتھ اپنے صحیح میں درج نہیں کی۔

علامہ ابو السعودؒ (المتوفی ۹۸۲ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :

فاستمعوا لہ استماع تحقیق وقبول وانصتوا ای اسکتوا فی خلال القراءۃ وراعوھا الی انقضائھا تعظیماً لہ وتکمیلاً للاستماع الی ان قال وظاہر النظم یقتضی وجوب الاستماع والانصات عند قراءۃ القرآن فی الصلوۃ

یعنی قرآن کریم کی سماعت کی طرف ایسی توجہ کرو جس سے تحقیق اور قبولِ حق کا جذبہ نظر آئے اور اثنائے قراۃ میں بالکل خاموش رہو اور قرأت مکمل ہونے تک اسے پوری توجہ سے سنو تاکہ توجہ کا مکمل فائدہ حاصل ہو۔ آیت کے ظاہری الفاظ کا تقاضا ہے کہ نماز میں اور خارج از نماز جہاں بھی قرأت

وَغَيْرِهَا إِلَى أَنْ قَالَ وَجُمْهُورُ الصَّحَابَةِ عَلَى أَنَّهُ فِي اسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ (تفسیر ابوالسعود علی الکبیر جلد ۴ صـ۵۰۳)

ہو وہاں خاموش رہنا چاہیئے لیکن جمہور صحابہؓ کا مسلک یہ ہے کہ وجوبی طور پر خاموش رہنا صرف مقتدی کے لیے ہے

علامہ سید محمود آلوسیؒ مفتی بغداد (المتوفی ۱۲۷۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ :-

إِنَّهَا تَقْتَضِي وُجُوبَ الْاِسْتِمَاعِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَقَدْ قَامَ الدَّلِيْلُ فِي غَيْرِهَا عَلَى جَوَازِ الْاِسْتِمَاعِ وَتَرْكِهِ فَبَقِيَ فِيْهَا عَلَى حَالِهِ فِي الْاِنْصَاتِ لِلْجَهْرِ وَكَذَا فِي الْاِخْفَاءِ لِعِلْمِنَا بِأَنَّهُ يَقْرَأُ وَلِيُؤَيِّدَ ذَالِكَ أَخْبَارٌ جَمَّةٌ ۔ (روح المعانی صـ۱۳۳ جلد ۹)

آیت کا مقتضی یہ ہے کہ نماز میں یا خارج میں جب بھی قرأۃ ہوتی ہو تو خاموش رہنا چاہیئے لیکن خارج از نماز سماع و عدم سماع دونوں پر دلیل قائم ہو چکی ہے لیکن جہری نمازوں میں بہرحال انصات اور استماع ضروری ہے اسی طرح سرّی میں بھی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرأت کر رہا ہے اور متعدد حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابو عمر ابن عبد البرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت کو صحیح نہیں

سمجھتے تھے۔

وَوَجْهُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ لَا خِلَافَ اَنَّهٗ نَزَلَ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى دُوْنَ غَيْرِهٖ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّهٗ فِيْ صَلٰوةِ الْجَهْرِ لِاَنَّ السِّرَّ لَا يُسْتَمَعُ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّهٗ اَرَادَ الْجَهْرَ خَاصَّةً (بحوالہ اوجز المسالک جلد ۱ صـ۲۴۱)

اور ان کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم متوجہ ہو کر اس کو سنو تاکہ تم پر رحمت کی جائے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس آیت کا شان نزول صرف یہی ہے نہ کہ کوئی اور ظاہر ہے کہ استماع تو صرف جہری نمازوں میں ہی ہو سکتا ہے لہٰذا اس آیت سے جہری نمازیں مراد ہونگی نہ کہ سرّی۔

یہ بات تو اپنے مقام پر آئے گی کہ آیت میں صرف استماع کا لفظ نہیں جو محض جہری نمازوں کو شامل ہے بلکہ اس میں انصات کا لفظ بھی ہے جو سرّی نمازوں کو بھی شامل ہے لیکن حافظ ابن عبدالبرؒ قرآن کریم کی اس آیت کا شان نزول صرف نماز اور مسئلہ قرأۃ خلف الامام کو قرار دیتے ہیں اور اس حوالہ سے ہماری مراد بھی یہی امر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فَالنِّزَاعُ مِنَ الطَّرَفَيْنِ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ

مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے

يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ جُمْهُوْرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَمَعَهُمُ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّحِيْحَةُ وَالَّذِيْنَ اَوْجَبُوْهَا عَلَى الْمَأْمُوْمِ فَحَدِيْثُهُمْ ضَعَّفَهُ الْاَئِمَّةُ۔

(تنوع العبادات لابن التیمیہ ص۸۶)

لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف وخلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ قرأت مقتدی پہ واجب قرار دیتے ہیں تو آئمہ حدیث نے ان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

اور دوسرے مقام پہ شیخ الاسلامؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَقَوْلُ الْجُمْهُوْرِ هُوَ الصَّحِيْحُ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ قَالَ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِى الصَّلٰوةِ۔

(فتاوی ابن تیمیہ جلد۲ ص۱۲)

جمہور کا مسلک ہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب لوگوں کا اجماع ہے کہ اس آیہ کریمہ کا شان نزول نماز ہے

شیخ الاسلامؒ مذکور ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ الْاِجْمَاعَ عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِى الصَّلٰوةِ
وَذَكَرَ الْاِجْمَاعَ عَلٰى اَنَّهَا لَا تَجِبُ عَلَى الْمَأْمُوْمِ

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے

حال الجهر۔ (فتاوی جلد ۲ ص ۱۴۳) — بارہ میں نازل ہوئی ہے نیز جہری نمازوں میں مقتدی پر قرأت واجب نہ ہونے پر بھی امام موصوف نے اجماع نقل کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالصمد صاحب پشاوری لکھتے ہیں کہ۔

وَاِذَا صَحَّ كَوْنُهَا فِى الصَّلٰوةِ لِمَا رَوَى الْبَيْهَقِىُّ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ قَالَ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهَا فِى الصَّلٰوةِ (اِعلام الاعلام فی القرأۃ خلف الامام ص ۱۹)

صحیح ترین بات یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے جیسا کہ امام بیہقیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نماز کے بارے میں نازل ہونے پر سب کا اجماع واتفاق ہے۔

قارئین کرام! آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے لے کر مولانا عبدالصمد صاحبؒ تک چند محقق اکابر کے حوالے اور عبارات ملاحظہ کر لی ہیں کہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الاٰيَة کا شان نزول نماز ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا ہے اور اس آیت کریمہ میں باقی تمام سورتیں عموماً اور سورۂ فاتحہ خصوصاً لفظ قرآن کا مصداق ہے چنانچہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے کہ:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِىْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ (پ ۱۴۔ الحجر ۶)

اور البتہ دی ہیں ہم نے آپ کو سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور دیا قرآن بڑے

درجہ کا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ (المتوفی ۵۸ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ۔

ان سات آیتوں اور قرآن عظیم کا مصداق سورۃ فاتحہ ہے۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۶۸۳)

اور حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تورات و انجیل اور زبور و قرآن کریم میں سورہ فاتحہ جیسی اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔

وَإِنَّهَا لَسَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ أُعْطِيْتُهُ۔

اور بے شک سورۃ فاتحہ سبع مثانی اور قرآنِ عظیم کا مصداق ہے جو مجھے عطا ہوئی ہے۔

(دارمی صفحہ۴۲۶ طبع دمشق)

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر کرتے ہیں کہ:۔

فَهٰذَا نَصٌّ فِيْ أَنَّ الْفَاتِحَةَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ۔

کہ یہ روایات اور اقوال اس بات پر نص ہیں کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم کا مصداق سورۃ فاتحہ ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ۵۵۵)

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ

حضرت ابن عباسؓ، امام ابراہیم النخعیؒ، عبداللہ بن جلید بن عمیرؒ، ابن ابی ملیکہؒ، شہر بن حوشبؒ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ اور قتادہؒ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ سبع المثانی اور قرآن العظیم کا مصداق سورۂ فاتحہ ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص۵۵)

اس اعتبار سے آیت کریمہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الآیۃ کا مطلب صاف طور پر یہ ہوگا کہ جب سورۂ فاتحہ پڑھی جائے تو تم توجہ کرو اور بالکل خاموش رہو اور چونکہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز اور خلف الامام کا مسئلہ ہے جیسا کہ باحوالہ عرض کیا گیا ہے تو اس لیے امام کے پیچھے مقتدیوں کو دیگر سورتوں کی قرأت عموماً اور سورۂ فاتحہ کی خصوصاً درست نہ ہوگی کیونکہ استماع و انصات کو رب العزت نے امر کے صیغوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر کی خلاف ورزی کی گنجائش اور جواز کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لیکن خدا خوفی اور سمجھ شرط ہے۔

باب دوم

دارم باخلاص سرے برخطِ تسلیم · باقولِ نبی چون وچرا نشناسیم
قرآن وحدیث است شفائے دلِ رنجور · قانون واشارات وشفا را نشناسیم

قرآنِ کریم کے بعد دلائل وبراہین کے باب میں تمام اہل اسلام کے نزدیک حدیث کا مقام ہے کیونکہ جس مسئلہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے قولاً و فعلاً وضاحت فرمائی ہو وہ مزید کسی تشریح و تفصیل کا ہرگز محتاج نہیں ہوتا جمہور کا مستدل جس طرح مسئلہ ترک قرأۃ خلف الامام میں قرآن کریم کی نصّ قطعی پر مبنی ہے اسی طرح ترک قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں ان کا دامن بحمد اللہ تعالیٰ صحیح احادیث سے بھی لبریز ہے چند صحیح اور حسن قسم کی حدیثیں اس پر ہدیۂ قارئین کرام کی جاتی ہیں غور وانصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث :۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :۔

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ · آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں خطاب

وَسَلَّمَ فَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا وَبَيَّنَ لَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔

(صحیح ابوعوانہ جلد۲ صفحہ ۱۳۳ واللفظ لہٗ صحیح مسلم جلد۱ صفحہ ۱۷۴ مسند احمد جلد۴ صفحہ ۴۹۵ ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۲۸۰)

فرمایا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا فریضہ اور ڈیوٹی ہے۔ مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے اور ان کے لیے بغیر انصات کے اور کسی چیز کی گنجائش نہیں اور روایت چونکہ مطلق ہے اس لیے سرّی اور جہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے۔

دوسری حدیث ۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَكَانَ مَا بَيَّنَ لَنَا مِنْ صَلٰوتِنَا وَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ ثُمَّ لْيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور نماز کا طریقہ سکھایا اور سنت کی تعلیم دی اور فرمایا کہ صفیں درست کیا کرو تم میں سے ایک آدمی امام بنے اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام

قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔ (ابو عوانہ جلد۲ صـ۱۳۲ ــ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

واللفظ لہٗ، ابوداؤد جلد۱ صـ۱۴۰)

تیسری حدیث :۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ۔

فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھے تو تم آمین کہو۔

(ابو عوانہ جلد۲ صـ۱۳۳)

اِن تمام صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا کام ہے اور مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا ہے اور آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جب امام جہر کرے تو تم خاموش رہو بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جب امام قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو اور یہ مفہوم عبارۃ النص کے طور پر جہری اور سری نمازوں کو شامل ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور اس روایت سے صراحت سے ثابت ہوا کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ سے پہلے امام جو قرأۃ کریگا اور مقتدی اسوقت خاموش ہوگا وہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور کونسی قرأت ہے؟

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو جو متعدد کتب حدیث میں آئی ہے اور جس کو امام مسلمؒ نے بھی صحیح میں نقل کیا ہے۔ مندرجہ ذیل ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ (۲) امام مسلمؒ (۳) امام نسائیؒ (۴) امام ابن جریرؒ (۵)

علامہ ابن حزمؒ (۶) امام منذریؒ (۷) حافظ ابن کثیرؒ (۸) امام اسحاق بن راہویہؒ۔

(۹) امام ابوبکر بن اثرمؒ (۱۰) حافظ ابن حجرؒ (۱۱) امام ابوزرعہ رازیؒ (۱۲) امام موفق الدین ابن قدامہؒ (۱۳) امام شمس الدین بن قدامہؒ (۱۴) امام ابن خزیمہؒ (۱۵) امام ابوعمر بن عبدالبرؒ (۱۶) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (۱۷) امام ابوعوانہؒ (۱۸) نواب صدیق حسن خانؒ (۱۹) علامہ ماردینیؒ (۲۰) علامہ عینیؒ (۲۱) امام ابن معینؒ (۲۲) امام عثمان بن ابی شیبہؒ (۲۳) امام سعید بن منصور خراسانیؒ (۲۴) امام علی بن المدینیؒ (۲۵) امام ابن صلاحؒ۔

چوتھی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ

(نسائی جلد ۱ ص ۱۰۱)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا ولک الحمد کہو۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ رہنا ہے۔

پانچویں حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی صہ ۹۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو

چھٹی حدیث:۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ مِنْكُمْ أَحَدٌ آنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ أَقُوْلُ مَالِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (موطا امام مالک صہ ۲۹، ۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جی ہاں میں نے قرأت کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت اور رسّا کشی کیوں ہورہی ہے؟ آپ کے اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں جہر سے آپ قرأۃ کرتے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأۃ بالکل ترک کر دی تھی۔

یہ روایت مؤطا امام مالک کے علاوہ حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں بھی مذکور ہے جس کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی کلام نہیں ہو سکتا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت میں یہ روایت قطعی ہے۔

نیز یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے جیسا کہ ابوداؤد (جلد ۲ ص۱۲۰) میں مذکور ہے جس میں تمام صحابہ کرامؓ تقریباً موجود ہوں گے مگر ان میں آپؐ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص تھا اور آپؐ نے ان دیگر حضرات کو کچھ بھی نہیں کہا جنہوں نے آپ کے پیچھے قرأت نہیں کی بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی جس نے قرأت کی تھی اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ حضرت آپؐ نے قرأت کا خود حکم دیا تھا اب کیا کوئی نیا حکم آیا ہے جس میں اس کی ممانعت کی گئی ہو اور یہ ایک محال امر ہے کہ آپ نے تو تمام صحابہؓ کو قرأت کا حکم دیا ہو لیکن تعمیل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور پھر آپؐ نے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کو نیز تسبیح، تحمید اور تشہد کو ناگوار نہیں فرمایا اگر کوئی چیز ناگوار گذری ہے تو صرف اور صرف مقتدی کی قرأت! جہری نمازوں میں قرأت کی ممانعت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟

ساتویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا كَانَ مِنْ صَلٰوةٍ يَجْهَرُ فِيهَا الْإِمَامُ — کہ جس نماز میں امام جہر کے ساتھ قرأت کرتا

بِالْقِرَاءَةِ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَقْرَأَ مَعَهُ (کتاب القرأۃ للبیہقی صـ۹۹)	ہو تو اس میں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرأت کرے۔

یہ روایت بھی اس بات کو واشگاف کرتی ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کی مطلقاً اجازت نہیں۔

آٹھویں۸ حدیث :۔ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا :۔

كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِاُمِّ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ اِلَّا صَلٰوةً خَلْفَ اِمَامٍ (کتاب القرأۃ للامام البیہقی صـ۱۳۵)	کہ ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اِس روایت میں خلف الامام اور ام الکتاب کی قید کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیئے اور یہ بھی کہ آپؐ نے نمازوں میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کو لازمی قرار دیا ہے مگر مقتدی کے لیے اس کی قرأت کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑی۔

نویں۹ حدیث :۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ (بحوالہ فتح القدیر جلد ۱ صـ۲۳۹)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأۃ اس کے لیے کافی ہے۔

اس روایت میں سرّی اور جہری کی کوئی قید نہیں ہے اس لیے یہ اپنے عموم پر ہے اور اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کرلی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قرأت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کا پڑھنا ہی گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

دسویں حدیث:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ رَجُلًا صَلّٰی خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ یَعْنِیْ یَقْرَأُ فَاَوْمٰی اِلَیْہِ رَجُلٌ فَنَھَاہُ فَاَبٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْھَانِیْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَتَذَاکَرَا حَتّٰی سَمِعَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔

(کتاب القرأۃ للامام البیہقیؒ ص۱۲۲)

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اثنائے نماز میں جب اس نے قرأت کی تو ایک دوسرے آدمی نے اشارے سے اُسے منع کیا مگر وہ نہ رکا اور نماز کے بعد اس شخص سے کہنے لگا جس نے اسے قرأۃ سے منع کیا تھا کہ تو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتا ہے دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضورؐ نے سن لیا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرأت اس کو کفایت کرتی ہے

اس صحیح روایت میں ظہر یا عصر کی نماز کا ذکر ہے جو بالاتفاق سرّی نمازیں ہیں اور آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شخص تھا حالانکہ صحابہ کرامؓ جس طرح نماز اور جماعت کی پابندی کرتے تھے وہ اور کس سے ہو سکتی ہے؟ ان میں سے ہر ایک کی دلی خواہش ہی یہ ہوتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے مگر باوجود اتنی بڑی جماعت کے کثیر التعداد صحابہؓ میں سرّی نماز میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ملتا ہے اور باقی سب خاموش رہتے ہیں لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ایک شخص کی قرأت کو بھی گوارا نہیں کرتے اور اس کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے ہیں اگر امام کے پیچھے قرأت کی اجازت ہوتی اور خصوصاً سرّی نمازوں میں تو ضرور بالضرور حضورؐ اس کی تائید کرتے اور قرأت سے روکنے والے کو تنبیہ کرتے۔ اور اگر امام کے پیچھے قرأت کی تھوڑی سی بھی گنجائش ہوتی تو منع کرنے والے صحابی احسان صلوٰۃ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے قرأت کرنے والے صحابی کو قرأت سے روکنے کے لیے اشارہ کرنے کی جرأت کبھی نہ کرتے اور اگر سرّی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کا جواز یا استحباب بھی ہوتا تو منع کرنے والے کو آپ فرما دیتے کہ ایک جائز اور مستحب حکم کے لیے تو نے اپنی توجہ دوسری طرف کیوں مبذول کی؟ اور دوسرے صحابہؓ بھی منع کرنے والے کو یہ کہتے کہ بھائی تم نے اثنائے نماز میں بلا وجہ اس سے الجھنے کی کوشش کی ہے یہ بھی تو اچھا ہی کام کر رہا تھا۔ اگر

انصاف سے کام لیا جائے تو بغیر کسی خارجی قرینہ کے یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہری نمازوں کا تو قصہ ہی چھوڑیئے ان میں بھلا امام کے پیچھے قرأت کی کب گنجائش نکل سکتی ہے؟ سری نمازوں میں قرأت نہ تو جائز ہے اور نہ ہی مستحب تو پھر ضروری کیسے ہوئی؟

گیارھویں حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

اَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصْرِ قَالَ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ فَغَمَزَهُ الَّذِي يَلِيْهِ فَلَمَّا اَنْ صَلَّى قَالَ لِمَ غَمَزْتَنِي قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُدَّامَكَ فَكَرِهْتُ اَنْ تَقْرَأَ خَلْفَهُ فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَاِنَّ قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاءَةٌ۔

(موطا امام محمد ص۹۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن عصر کی نماز میں امامت کرائی آپ کے پیچھے ایک شخص نے قرأت کی تو ساتھ والے نے اُسے ذرا دبایا تاکہ وہ قرأت سے باز آجائے جب نماز ختم ہوگئی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹٹولا اور دبایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے آگے امام تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی آپ کے پیچھے قرأت کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا کہ جسکے لیے امام ہے پس امام کی قرأت ہی اسکو کافی ہے۔

بارھویں ۱۲ حدیث :۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

اَمَرَنِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کروں۔

(کتاب القرأۃ للامام البیہقی ص۱۳۹)

چونکہ قرأۃ خلف الامام کا مسئلہ اپنے ایجابی اور سلبی لحاظ سے کسی صحابی سے مخصوص نہیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت بلال رضؓ کو کسی خاص مقصد کے لیے خطاب کیا ہوگا ورنہ حکم سب کے لیے عام ہے۔

تیرھویں ۱۳ حدیث :۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

اَنَّہٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ ۔	وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ (تکبیر تحریمہ ادا کر کے) رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے صف میں مل گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ خدا تیری نیکی کی حرص زیادہ کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

(سنن الکبریٰ جلد ۲ ص۹۰ صحیح بخاری جلد ۱ ص۱۰۸ مشکوٰۃ جلد ۱ ص۹۹ زیلعی جلد ۲ ص۳۹)

ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہو گئے تھے معہذا ان کی اس رکعت کو اور ان کی اس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحیح اور مکمل سمجھا اور ان کو اعادۂ نماز کا حکم نہیں دیا اگر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری اور رکن ہے تو حضرت ابوبکرہؓ کی یہ نماز کیسے صحیح ہو گئی؟

اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کی قرأت ضروری نہیں وہو المطلوب۔

چودھویں[۱۴] حدیث :- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَجَبَتْ هٰذِهٖ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ اَقْرَبَ الْقَوْمِ اِلَيْهِ مَا اَرَى الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا كَفَاهُمْ (دارقطنی جلد ا صفحہ ۱۲۶ نسائی جلد ا صفحہ ۱۰۷)

حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہاں! ایک انصاری نے کہا پھر تو قرأت ضروری ہو گئی؟ ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں تمام اہل مجلس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زیادہ قریب تھا حضورؐ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرأت مقتدیوں کو کافی ہے

یہ روایت طحاوی جلد ۱ صـ ۱۳۹ اسنن الکبری جلد ۲ صـ ۱۶۲ کتاب القرأۃ صـ ۱۱۸ اور مجمع الزوائد جلد ۲ صـ ۱۱۱ وغیرہ میں بھی مروی ہے اس کو موقوف قرار دینا جیساکہ امام دار قطنیؒ وغیرہ نے کہا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور محدثین کرامؒ کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کی زیادت اور رفع مقبول ہے

پندرھویں حدیث (۱۵) :- حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ (کتاب القرأۃ لبیہقیؒ صـ ۱۲۵) کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے یہ حدیث بھی اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سولھویں حدیث (۱۶) :- حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَاُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ (کتاب القرأۃ للبیہقیؒ صـ ۱۲۷)

کہ ہر نماز جس میں نمازی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔

یہ روایت بھی اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل عیاں ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سترھویں حدیث (۱۷) :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ :-

رَوَاہُ الخلال عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ صَلٰوۃٍ لَا یُقْرَأُ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَھِیَ خِدَاجٌ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ۔

(مغنی جلد ۱ ص ۶۰۶ طبع بولاق)

امام خلالؒ نے اپنی روایت کے ساتھ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو۔

اور علامہ شمس الدینؒ لکھتے ہیں کہ:۔

رَوَی جَابِرٌؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ صَلٰوۃٍ لَا یُقْرَأُ فِیْھَا بِاُمِّ الْکِتَابِ فَھِیَ خِدَاجٌ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ۔

(شرح مقنع جلد ۲ ص ۱۲ طبع بولاق)

حضرت جابرؓ سے یہ روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر وہ نماز جو سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اٹھارھویں حدیث ۱۸:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔ (رواہ احمد فی مسندہ۔)

یعنی جس آدمی نے امام کی اقتدا کر لی ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کو بس ہے

امام شمس الدین ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وَھٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ مُتَّصِلٌ

یہ سند صحیح اور متصل ہے اور اسکے تمام

رِجَالُهٗ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ — راوی ثقہ ہیں۔

(شرح مقنع للکبیر جلد ۲ صـ۱۱ بر حاشیہ مغنی)

انیسویں حدیث:- حضرت عبد اللہ بن بحینہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

هَلْ قَرَأَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ آنِفًا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْآنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَهٗ حِيْنَ قَالَ ذَالِكَ (مسند احمد جلد ۵ صـ۳۴۵)

کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہاں حضرت قرأت کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی لیے تو میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں کیوں منازعت اور کشمکش ہو رہی ہے؟ جب آپکا یہ ارشاد سُنا تو لوگوں نے آپکے پیچھے قرأت ترک کر دی۔

امام ابوبکر ہیثمیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:-

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرِجَالُ اَحْمَدَ رِجَالُ الصَّحِيْحِ (مجمع الزوائد جلد ۲ صـ۱۱۰)

اس حدیث کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی حدیث کے راوی سب بخاری شریف کے راوی ہیں۔

یہ صحیح روایت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اقتداء کرنے والوں کو قرأت سے منع کر دیا تھا اور انہوں نے تعمیل حکم

کرتے ہوئے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی کیونکہ امام کے ساتھ قرأت کرنے میں گو آہستہ ہی کیوں نہ ہو منازعت ہوتی ہے اور یہ روحِ نماز کے خلاف ہے

بیسویں حدیث: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں امامت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کی اور خود نمازیں گھر میں پڑھتے رہے ایک مرتبہ آپ کو بیماری میں قدرے افاقہ ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور آپؐ کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے جاتے تھے حضرت ابوبکرؓ نماز پہلے شروع کر چکے تھے اور ایک حد تک قرأت ہو چکی تھی آپ صفوں میں سے گذرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں جا پہنچے چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جگہ بیٹھ گئے اور امامت کا فریضہ بجا لاتے رہے چونکہ بیماری کی وجہ سے آپ بلند آواز سے بول نہیں سکتے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے مُکبّر کا فریضہ انجام دیا۔

وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ مِنْ حَیْثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ۔	اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ قرأت کر چکے تھے۔

(ابن ماجہ ص۸۸)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ :-

فَقَرَأَ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي بَلَغَ أَبُوبَكْرٍ مِنَ السُّوْرَةِ (مسند احمد جلد ۱ صـ ۲۴۹)	ابوبکرؓ سورۃ کے جس مقام تک پہنچ چکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے شروع کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ:۔

فَاسْتَفْتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَيْثُ انْتَهٰى اَبُوبَكْرٍ مِنَ الْقُرْآنِ (سنن الکبری جلد ۳ صـ ۸۱)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قرات قرآن کا آغاز کیا جہاں تک ابوبکرؓ پڑھ چکے تھے۔

یہ روایت طحاوی جلد ۱ صـ ۲۲۵ مشکل الآثار جلد ۲ صـ ۲۷ طبقات ابن سعد جلد ۳ صـ ۱۳۰ نصب الرایہ جلد ۲ صـ ۱۵ اور درایہ صـ ۱۱ وغیرہ میں مذکور ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں مسند احمد اور ابن ماجہ کی سند قوی ہے۔ فتح الباری جلد ۵ صـ ۲۲۹ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں واسنادہ حسن (جلد ۲ صـ ۱۳۸)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ سورۂ فاتحہ کلاً (یا بعضاً) نہیں پڑھی پھر بھی آپ کی نماز ہوگئی غور فرمائیں کہ آپ بیمار تھے خود نہیں چل سکے بلکہ دو آدمیوں کے سہارے چلتے رہے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے رہے نماز پہلے شروع ہو چکی تھی آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں صفوں میں سے گذر کر مصلی پر پہنچے سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں بھلا اس وقت ختم نہ ہو سکی ہونگی؟ حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ آخری بیماری میں

آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی (کتاب الام جلد ۲ ص۱۱۵ وفتح الباری جلد ۲ ص۱۴۵) اگر سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص، بے کار، باطل اور کالعدم ہوتی ہے جیسا کہ کہنے والے کہتے ہیں تو آپ کی یہ آخری نماز تو نہ ہوئی معاذ اللہ۔

قارئین کرام! روایات اگرچہ اس مسئلہ پر اور بھی ہیں اور پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں منیب اور سمجھدار کے لیے یہ کافی ہیں ضدی اور ناداں کے لیے دفتر بھی بے کار ہیں۔

باب سوم

اہل اسلام سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے
بعد دینی مسائل میں جن حضرات کی طرف نگاہیں اٹھ سکتی ہیں وہ شمع نبوت کے
پروانے اور فیض رسالت سے مستفید صحابہ کرامؓ کی مخلص جماعت ہی ہو سکتی ہے
اور ان کے بعد تابعینؒ اور اتباع تابعین کا دور ہے۔ کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو
خیر القرون کے درخشندہ ستارے تھے جن کی سعی بلیغ کی بدولت دنیائے کفر و شرک
میں روشنی پھیلی بدعات و رسوم کا خاتمہ ہوا جہالت و تاریکی دنیا سے نیست و نابود
ہوئی علم و عرفان کی روحانی بارش سے دلوں کی دنیا میں ایمان و بصیرت کی شادابی
پیدا ہوئی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اتباع تابعینؒ
اور بعض دیگر آئمہ عظامؒ کے آثار و اقوال پیش کیے جاتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔
اثر خلفاء راشدینؓ :۔ امام عبدالرزاقؒ حضرت موسیٰ بن عقبہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۱) اِنَّ اَبَا بَکْرٍؓ وَ عُمَرَؓ وَ عُثْمَانَؓ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاْۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ (بحوالہ عمدۃ القاری جلد ۳ ص۶۷ و اعلاء السنن جلد ۴ ص۸۵)

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔

(۲) امام محمدؒ نے موطا میں محمد بن عجلانؒ سے بواسطہ داؤد بن قیس نقل کیا ہے کہ :۔

اِنَّ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا۔ (موطا امام محمد ص۹۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالے جائیں۔

(۳) امام عبدالرزاقؒ اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ :۔

قَالَ عَلِیٌّؓ مَنْ قَرَأَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَۃِ۔ (بحوالہ الجوہر النقی جلد ۲ ص۱۶۹)

حضرت علیؓ نے فرمایا جس شخص نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرت پر نہیں۔

(۴) حافظ ابوعمر بن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ :۔

ثَبَتَ عَنْ عَلِیٍّؓ وَ سَعْدٍؓ وَ زَيْدِؓ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ قَالَ لَا قِرَاْۃَ مَعَ الْاِمَامِ لَا فِيْمَا اَسَرَّ وَ لَا فِيْمَا جَهَرَ (بحوالہ الجوہر النقی ج ۲ ص۱۶۹)

حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت سے ثابت ہے کہ امام کے ساتھ نہ سری نمازوں میں قرأت کی جا سکتی ہے اور نہ جہری نمازوں میں۔

اثر۲ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ. (۱) امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے دریافت کیا۔

أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا وَسَيَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ. (الجواہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۷۰)	کیا میں امام کے پیچھے قرأۃ کر سکتا ہوں تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأۃ کافی ہے

(۲) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔

لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوهُ تُرَابًا.	کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

(۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ:۔

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ أَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ فَإِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا وَسَيَكْفِيكَ ذٰلِكَ الْإِمَامُ (سنن الکبرٰی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)	کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کے لیے خاموش رہو، امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے۔

اثر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ (۱) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا۔

أَقْرَأُ وَالْإِمَامُ بَيْنَ يَدَيَّ قَالَ لَا	کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں

(طحاوی جلد ۱ ص۱۲۹ الجوہر النقی جلد ۲ ص۱۷۰ و آثار السنن جلد ۱ ص۸۹) حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔

(۲) حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا:

قِيْلَ لَهٗ اِنَّ اُنَاسًا يَقْرَؤُوْنَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ كَانَ لِيْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلٌ لَقَلَعْتُ اَلْسِنَتَهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فَكَانَتْ قِرَاءَتُهٗ لَنَا قِرَاءَةً وَسُكُوْتُهٗ لَنَا سُكُوْتًا۔	کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر ان پر میرا بس چلتا تو میں انکی زبانیں کھینچ دیتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں قرأت کی ہمیں بھی قرأت کرنی چاہیے اور جہاں آپ نے سکوت فرمایا ہمیں بھی سکوت کرنا چاہیے۔
(طحاوی جلد ۱ ص۱۲۱)	

اس اثر میں اگرچہ خلف الامام کی قید موجود نہیں ہے لیکن ادنیٰ تأمل یہ بات بخوبی معلوم ہوسکتی ہے کہ امام اور منفرد کو تو بالاتفاق قرأۃ کرنا ضروری ہے پھر نہ معلوم حضرت ابن عباسؓ جیسے ترجمان القرآن اور حبر الامۃ ان لوگوں کی زبانیں کھینچنے کے لیے کیوں آمادہ ہوگئے تھے؟ ناچار یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کی اس مذموم حرکت پر انتہائی نفرت کی اور یہ بھی مت بھولئے کہ پڑھنے والے ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھتے تھے جو بالاتفاق سرّی نمازیں ہیں۔

اثر ۳ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت امام نسائیؒ، امام مسلمؒ اور امام ابو عوانہؒ حضرت

زید بن ثابت رضؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ

(نسائی جلد ۱ صـ۱۱۱ مسلم جلد ۱ صـ۲۱۵، ابوعوانہ جلد ۲ صـ۲۰۷)

انھوں نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

حضرت زید بن ثابت رضؓ کا یہ اثر اس امر کی واضح دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں قرأت کا حق نہیں ہے۔

اثر۵ حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ (۱) امام طحاوی عبیداللہ بن مقسم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے۔

إِنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضؓ وَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَجَابِرَ رضؓ فَقَالُوْا لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ۔ (طحاوی جلد ۱ صـ۱۲۹، زیلعی جلد ۲ صـ۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ اور حضرت زید بن ثابت رضؓ اور حضرت جابر رضؓ سے قرأۃ خلف الامام کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی قرأۃ نہیں کی جاسکتی۔

(۲) إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضؓ كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ

جب حضرت ابن عمر رضؓ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو ابن عمر رضؓ فرماتے تھے کہ جب کوئی آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب

الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیَقْرَأْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ (موطا امام مالک ص۲۹ و دار قطنی ص۱۵۲)

اکیلا پڑھے تو قرأت کرے اور ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراۃ نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ کے مذکورہ آثار اس بات پر کافی وشافی دلیل ہیں کہ موصوف قراۃ خلف الامام کے قائل نہ تھے۔

اثر حضرت ابوہریرہؓ وام المؤمنین حضرت عائشہؓ: امام بیہقی روایت فرماتے ہیں کہ:

اِنَّهُمَا كَانَا یَأْمُرَانِ بِالْقِرَاءَةِ اِذَا لَمْ یَجْهَرْ۔ (سنن الکبریٰ جلد۲ ص۱۷۱)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سری نمازوں میں قرأت کا حکم دیتے تھے۔

(۲) اِنَّهُمَا كَانَا یَأْمُرَانِ بِالْقِرَاءَةِ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَشَیْئٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقْرَأُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سنن الکبریٰ جلد۲ ص۱۷۱)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ و شیئ من القرآن کا حکم دیتے تھے اور حضرت عائشہؓ ظہر اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتی تھیں۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراۃ کے قائل نہ تھے صرف ظہر اور عصر کی سری

نمازوں میں وہ قرأۃ کے قائل اور اس پر عامل تھے اور وہ دونوں پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ وشئی من القرآن کے بھی قائل تھے لیکن فریق ثانی اس کا قائل نہیں ہے نیز اس دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ظہر اور عصر کی کی پچھلی دو رکعتوں میں حضرت ابو ہریرہؓ قرأۃ فاتحہ کے قائل نہ تھے ہاں حضرت عائشہؓ کا اس پر عمل تھا۔

اثر حضرت سعدؓ:۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :۔

وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْہِ جَمْرَۃٌ۔ (جزء القراۃ ص۱۱ و مؤطا امام محمد ص۹۸)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امام کے پیچھے قراۃ کرنے والے کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دی جائے۔

اثر حضرت انسؓ :۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ :۔

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْہُ نَارًا (نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۲ ص۱۹)

جس شخص نے امام کے پیچھے قراۃ کی اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔

اثر حضرت علقمہ بن قیسؒ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ نے کہا ہے

مَاقَرَأَ عَلْقَمَۃُ بْنُ قَیْسٍ قَطُّ فِیْمَا یُجْهَرُ فِیْہِ وَلَا فِیْمَا لَا یُجْهَرُ فِیْہِ۔

علقمہؒ بن قیسؒ نے امام کے پیچھے کبھی قراۃ نہیں کی نہ جہری نمازوں میں اور نہ سری نمازوں میں۔

(بحوالہ تعلیق الحسن جلد ۱ ص۹۰)

(۲) عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ اَنَّ عَلْقَمَۃَ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ اَحْسِبُهٗ قَالَ تُرَابًا اَوْ رَضْفًا۔ (الجوہر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

ابواسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ علقمہؓ نے فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراۃ کرتا ہے اس کے منہ کو بھر دیا جائے ابواسحٰقؒ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے کہا ہے کہ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

اثر عمرو بن میمونؒ۔ حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ سے سوال کیا گیا جن میں سے حضرت عمرو بن میمونؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ امام کے پیچھے قراۃ کرنی چاہیے یا نہیں؟ تو۔

کُلُّهُمْ یَقُوْلُوْنَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۲)

حضرت ابن مسعودؓ کے ان سب تلامذہؒ نے کہا کہ امام کے پیچھے قراۃ نہیں کرنی چاہیے

اثر اسود بن یزیدؒ:۔ مشہور تابعی حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ

لَاَنْ اَعَضَّ جَمْرَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ اَعْلَمُ اَنَّهٗ یَقْرَأُ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۱ واسنادہ صحیح)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قراۃ کروں جب کہ مجھے اس کی قراۃ کا علم ہے۔

اثر سوید بن غفلہؒ۔ ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہؒ سے سوال کیا کہ:۔

اَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ لَا۔ (التعلیق الحسن جلد ۱ ص۹ و اسناد صحیح) — کیا میں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔

اثر ۱۳ نافع بن جبیرؒ:۔ امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیرؒ

كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْمَا لَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْاِمَامُ۔ (مؤطا امام مالکؒ) — امام کے پیچھے صرف سرّی نمازوں میں قرأت کیا کرتے تھے۔

اثر ۱۴ سعید بن مسیبؒ۔ حضرت ابن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اَنْصِتْ لِلْاِمَامِ (تعلیق الحسن ص۹ و اسنادہٗ صحیح) — امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو اور قرأت نہ کیا کرو۔

اثر ۱۵ سعید بن جبیرؒ:۔ بشرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے سوال کیا کہ:۔

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ لَيْسَ الْقِرَاءَةُ خَلْفَ الْاِمَامِ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص۹ رواتہ کلہم ثقات) — کیا امام کے پیچھے قرأۃ کی جاسکتی ہے؟ فرمایا امام کے پیچھے کسی قسم کی کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

اثر ۱۶ عروہ بن زبیرؒ:۔ امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ:۔

اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ — وہ امام کے پیچھے صرف سرّی نمازوں

إِذَا لَمْ يَجْهَرْ فِيْهِ الْإِمَامُ۔ | میں قرأۃ کیا کرتے تھے۔
(موطا امام مالک صفحہ ۲۹ کتاب القرأۃ صفحہ ۲)

اثر۱۷ ابراہیم نخعیؒ:- حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ

أَوَّلُ مَا أَحْدَثُوا الْقِرَأَةُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَكَانُوا لَا يَقْرَأُوْنَ۔ (الجوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

لوگوں نے قرأۃ خلف الامام کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (یعنی صحابہ کرامؓ) امام کے پیچھے قرأۃ نہیں کرتے تھے۔

اثر۱۸ قاسم بن محمدؒ:- امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ:-

كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا يَجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ۔

وہ امام کے پیچھے صرف سرّی نمازوں میں قرأت کیا کرتے تھے۔

۱۹ حضرت امام سفیان بن عیینہؒ۔ امام ابوداؤدؒ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی مرفوع حدیث کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ:-

لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهٗ۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اسکی نماز نہیں ہوتی امام سفیانؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے۔

یعنی امام سفیانؒ بھی قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ کہ قرأۃ فاتحہ کا حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے بلکہ منفرد کے لیے ہے۔

۲۰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ:- حضرت شیخ صاحبؒ غنیۃ الطالبین میں

ارقام فرماتے ہیں کہ:-

اِنْ كَانَ مَامُوْمًا يُنْصِتُ اِلٰى قِرَاءَةِ الْاِمَامِ وَيَفْهَمُهَا۔

(غنیۃ الطالبین طبع مصر ص۶۳)

اگر مقتدی ہے تو امام کی قراءۃ کے لیے خاموش رہے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:-

وَالْاَمْرُ بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْاِنْصَاتِ لَهُ مَذْكُوْرٌ فِي الْقُرْآنِ وَفِي السُّنَّةِ الصَّحِيْحَةِ وَهُوَ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ فِيْمَا زَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ وَهُوَ قَوْلُ جَمَاهِيْرِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهَا وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ وَاخْتَارَهُ طَائِفَةٌ مِنْ حُذَّاقِ اَصْحَابِهِ كَالرَّازِيِّ وَاَبِيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ فَاِنَّ الْقِرَاءَةَ مَعَ جَهْرِ الْاِمَامِ مُنْكَرَةٌ مُخَالِفٌ لِلْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَمَا كَانَ عَلَيْهِ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ

(تنوع العبادات ص۸۷)

امام کی قراءت سننے اور اس کے لیے چپ رہنے کا حکم قرآن کریم اور صحیح حدیث میں مذکور ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ کے بعد اور کوئی قراءت نہیں ہے اور یہی جمہور سلفؒ اور اکثر صحابہؓ کا مسلک ہے کہ مقتدی پر نہ سورۂ فاتحہ کی قراءۃ ضروری ہے اور نہ کسی اور سورت کی امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے پیروکاروں میں جو بڑے ماہر تھے مثلاً امام رازیؒ اور امام ابن عبد السلامؒ ان کا بھی یہی قول ہے اور اسی کو انہوں نے پسند کیا ہے کیونکہ جہر امام کے وقت کا پڑھنا قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

اور فی نفسہ بُرا بھی ہے اور اکثر صحابہؓ کرام
کے تعامل کے بھی سراسر خلاف ہے۔

۲۲ حافظ ابن القیمؒ :۔ حافظ ابن قیمؒ قراۃ خلف الامام کی تحقیق میں ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

فَقِرَاۃُ الْاِمَامِ وَسُتْرَتُہٗ قِرَاۃٌ لِّمَنْ خَلْفَہٗ وَسُتْرَۃٌ لَہٗ۔ (کتاب الروح لابن القیمؒ صہ ۱۶۶)	پس امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے اور امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے۔ یعنی نہ تو مقتدی کو الگ قرأت کی ضرورت ہے اور نہ جدا سترہ کی حاجت ہے۔

۲۳ امام ابن قدامہؒ :۔ امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وَجُمْلَۃُ ذٰلِکَ اَنَّ الْقِرَاۃَ غَیْرُ وَاجِبَۃٍ عَلَی الْمَاْمُوْمِ فِیْمَا جَہَرَ بِہٖ الْاِمَامُ وَلَا فِیْمَا اَسَرَّ بِہٖ نَصَّ عَلَیْہِ اَحْمَدُ فِیْ رِوَایَۃِ الْجَمَاعَۃِ وَبِذٰلِکَ قَالَ الزُّہْرِیُّ وَالثَّوْرِیُّ وَابْنُ عُیَیْنَۃَ وَاَبُوْحَنِیْفَۃَ وَاِسْحَاقُ۔ (مغنی لابن قدامہ جلد ۱ صہ ۶۰۲)	خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرأۃ امام کے پیچھے نہ تو جہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ سرّی نمازوں میں ایک بڑی جماعت نے امام احمدؒ سے اس کی نص نقل کی ہے اور یہی امام زہریؒ۔ سفیان ثوریؒ۔ سفیان بن عیینہؒ۔ ابو حنیفہؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مسلک ہے

۲۴ حضرت امام احمد بن حنبلؒ :۔ امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

قَالَ اَحْمَدُ مَا سَمِعْنَا اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ يَقُوْلُ اِنَّ الْاِمَامَ اِذَا جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَهٗ اِذَا لَمْ يَقْرَأْ وَقَالَ هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ وَالتَّابِعُوْنَ وَهٰذَا مَالِكٌ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ وَهٰذَا الثَّوْرِيُّ فِيْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَهٰذَا الْاَوْزَاعِيُّ فِيْ اَهْلِ الشَّامِ وَهٰذَا اللَّيْثُ فِيْ اَهْلِ مِصْرَ مَا قَالُوْا لِرَجُلٍ صَلّٰى وَقَرَأَ اِمَامُهٗ وَلَمْ يَقْرَأْ هُوَ صَلٰوتُهٗ بَاطِلَةٌ. (مغنی ابن قدامہ جلد ۱ ص ۶۰۲ وشرح مقنع جلد ۲ ص ۱۳)

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قراۃ کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں اور یہ آپکے صحابہؓ اور تابعینؒ ہیں اور یہ ہیں امام مالک اہل حجاز میں اور یہ ہیں امام ثوری اہل عراق میں اور یہ ہیں امام اوزاعیؒ اہل شام میں اور یہ ہیں امام لیثؒ اہل مصر میں ان میں سے کسی ایک نے یہ نہیں کہا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی خود قراۃ نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے

۲۵
حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ۔ امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ:

اِنْ كَانَ مَأْمُوْمًا وَجَبَ عَلَيْهِ الْاِنْصَاتُ وَالْاِسْتِمَاعُ فَاِنْ جَهَرَ الْاِمَامُ لَمْ يَقْرَأْ اِلَّا عِنْدَ الْاِسْكَاتَةِ

اور اگر مقتدی ہو تو اس پر خاموش رہنا اور سننے کے لیے توجہ کرنا واجب ہے پس اگر امام جہر سے پڑھے تو مقتدی قراۃ نہ کرے اور

وَإِنْ خَافَتَ فَلَهُ الْخِيَرَةُ فَإِنْ قَرَأَ
فَلْيَقْرَأِ الْفَاتِحَةَ قِرَاءَةً لَا يُشَوِّشُ عَلَى
الْإِمَامِ وَهٰذَا أَوْلَى الْأَقْوَالِ عِنْدِيْ
وَبِهِ يُجْمَعُ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْبَابِ
وَالسِّرُّ فِيهِ مَا نَصَّ عَلَيْهِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ
مَعَ الْإِمَامِ تُشَوِّشُ عَلَيْهِ وَتُفَوِّتُ
التَّدَبُّرَ وَتُخَالِفُ تَعْظِيمَ الْقُرْآنِ
وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرَأُوا سِرًّا
لِأَنَّ الْعَامَّةَ مَتَى أَرَادُوا أَنْ يُصَحِّحُوا
الْحُرُوفَ بِاجْتِمَاعِهِمْ كَانَتْ لَهُمْ
لَجَّةٌ مُشَوِّشَةٌ فَيُجْمَلُ فِي النَّهْيِ
عَنِ التَّشْوِيشِ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ
مَا يُؤَدِّي إِلَى الْمَنْعِ وَأَبْقَى خِيَرَةً
لِمَنِ اسْتَطَاعَ وَذٰلِكَ غَايَةُ
الرَّحْمَةِ بِالْأُمَّةِ انتهى۔

(حجة الله البالغه للامام ولی الله
الدهلوی جلد ۲ ص۹ طبع مصر)

اگر امام آہستہ پڑھے تو مقتدی کو اختیار
ہے پس اگر مقتدی پڑھے تو فاتحہ پڑھے
اس طرح کہ امام کو خلل میں نہ ڈال دے
اور یہ میرے نزدیک سب سے بہتر قول ہے
اور یونہی اس باب کی حدیثیں باہم جمع کی
جا سکتی ہیں اور راز اس میں یہ ہے
کہ شارع نے صراحت کے ساتھ بتایا
ہے کہ امام کے ساتھ قرأت کرنا اس
کو خلل میں ڈال دیتا ہے اور تدبر کو فوت
کر دیتا ہے اور تعظیم قرآن کے مخالف ہے
اور تاکیداً ان کو یہ نہیں فرمایا کہ وہ ضرور آہستہ
پڑھیں کیونکہ عام لوگ جب مل کر تصحیح حروف
کا ارادہ کریں گے تو ان کی آواز بلند ہوگی جو
باعث تشویش ہوگی سو اس تشویش کی نہی میں
تو تاکید آئی ہے مگر آہستہ پڑھنے کی تاکید نہیں تاکہ یہ
اس ممنوع حد تک ان کو نہ پہنچا دے اور اختیار دیا گیا
ہے کہ جو پڑھ سکتا ہے وہ پڑھے اور یہ امت کے ساتھ انتہائی رحمت ہے

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ؒ :۔ امام طحاویؒ قراۃ خلف الامام کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

فَلَمَّا كَانَتِ الْقِرَاءَةُ مُخَالِفَةً لِذَالِكَ وَسَاقِطَةً فِي حَالِ الضَّرُوْرَةِ كَانَتْ فِي النَّظْرِ ايضًا سَاقِطَةً فِي غَيْرِ حَالِ الضَّرُوْرَةِ فَهٰذَا هُوَ النَّظْرُ فِي هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى

طحاوی جلد ۱ صـ۱۰۷

یعنی اگر کوئی مقتدی بحالت رکوع نماز میں شریک ہو تو اس سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے مگر جو چیز اس پر فرض ہے مثلاً تکبیر تحریمہ تو وہ اس سے اس ضرورت کے پیش نظر بھی ساقط نہیں ہوتی جب قراۃ کا حکم اس کے خلاف ہے تو معلوم ہوا کہ جیسے وہ حالت ضرورت میں ساقط ہے اسی طرح غیر ضرورت کی حالت میں بھی ساقط ہے کیونکہ وہ فرض نہیں ہے قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قرأت مقتدی پر فرض نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ مؤطا میں لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنی چاہیئے خواہ امام جہر سے قرأت کرتا ہو یا آہستہ اسی پر عام آثار دلالت کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک اور مذہب بھی یہی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی صـ۲۵۰)

اور یہ مسلک اسی طرح مؤطا امام محمد صـ۹۴ جامع المسانید جلد ۱ صـ۳۳۶ فتح القدیر جلد ۱ صـ۲۴۱ اور روح المعانی جلد ۹ صـ۱۲۵ اور کتاب الآثار صـ۲۲ میں بھی مذکور ہے۔ حافظ ابن

ہمامؒ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے امام محمدؒ سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قرأۃ سورۃ فاتحہ کو مستحسن نقل کیا ہے ان کی غلطی ہے ان کا قول بھی امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کی طرح ممانعت کا ہے (بحوالہ فتح الملہم جلد ۲ ص ۱۶)

حضرت امام شافعیؒ :- امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

(۱) وَالْعَمَدُ فِي تَرْكِ الْقِرَاءَةِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَالْخَطَاءِ سَوَاءٌ فِي أَنْ لَّا تُجْزِئَ رَكْعَةٌ إِلَّا بِهَا أَوْ بِشَيْءٍ مَعَهَا إِلَّا مَا يُذْكَرُ مِنَ الْمَأْمُومِ إِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ. (کتاب الام للامام الشافعیؒ جلد ۱ ص ۸۹)

سورۂ فاتحہ کا دیدہ و دانستہ ترک کرنا اور بھول کر ترک کرنا دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ کوئی رکعت سورۂ فاتحہ یا اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنے کے سوا جائز نہیں ہو سکتی ہاں مگر مقتدی کا حکم آگے بیان کیا جائے گا انشاء اللہ۔

اور پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

(۲) فَوَاجِبٌ عَلَىٰ مَنْ صَلَّىٰ مُنْفَرِدًا أَوْ إِمَامًا أَنْ يَقْرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ لَا يُجْزِئُهُ غَيْرُهَا وَأُحِبُّ أَنْ يَقْرَأَ مَعَهَا شَيْئًا آيَةً أَوْ أَكْثَرَ وَسَأَذْكُرُ الْمَأْمُومَ إِنْشَاءَ اللّٰهُ (کتاب الام جلد ۱ ص ۹۳)

پس منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھیں اس کے علاوہ کوئی اور سورۃ کفایت نہیں کر سکتی اور میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور مقتدی کا حکم میں آگے بیان کروں گا انشاء اللہ۔

(۳) وَنَحْنُ نَقُوْلُ كُلُّ صَلٰوةٍ صُلِّيَتْ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ فِيْهَا قِرَاءَةً لَا يُسْمَعُ فِيْهَا قَرَأَ فِيْهَا۔ (کتاب الام جلد ۷ ص۱۵۳)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأۃ کرتا ہو جو سنی نہ جائے تو مقتدی ایسی نماز میں قرأۃ کرے۔

امام شافعیؒ کی ان تینوں عبارتوں سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأۃ میں منفرد اور امام کا حکم جدا اور مقتدی کا حکم الگ ہے امام اور منفرد پر بہرحال قرأۃ فاتحہ واجب ہے خواہ نماز جہری ہو یا سرّی لیکن مقتدی پر جہری نماز میں قرأۃ نہ واجب ہے اور نہ ہی درست ہے مقتدی صرف قِرَاءَةً لَا يُسْمَعُ فِيْهَا کی صورت میں قرأت کرسکتا ہے یعنی سرّی نماز میں کتاب الام چونکہ حضرت امام شافعیؒ کی جدید اور آخری کتابوں میں شامل ہے اس لیے امام موصوف کا آخری قول یہی سمجھنا چاہیئے۔

حضرت امام مالکؒ:۔ امام یحییٰؒ حضرت امام مالکؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ امام موصوفؒ نے فرمایا کہ:۔

يَقُوْلُ الْأَمْرُ عِنْدَنَا اَنْ يَقْرَأَ الرَّجُلُ وَرَاءَ الْإِمَامِ فِيْمَا لَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ وَيَتْرُكُ الْقِرَاءَةَ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مسئلہ یوں ہے کہ مقتدی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ نہ کرے اور سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ کرے۔

(موطا امام مالکؒ صفحہ ۲۹ طبع مجتبائی)

امام موصوفؒ کا یہ مسلک تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۰ و معالم التنزیل جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ و روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۱۳۵ وغیرہ میں بھی مذکور ہے حضرت امام مالکؒ سری نمازوں میں قرأۃ خلف الامام کے قائل تھے لیکن صرف استحبابی طور پر وجوب کے قائل نہ تھے چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت سورۂ فاتحہ کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۲۵۷)

قارئین کرام! نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے ترک القرأۃ خلف الامام پر ہم نے قرآن کریم۔ کتب تفاسیر۔ صحیح احادیث اور آثار صحابہ کرامؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ اور دیگر بعض بزرگ ہستیوں کے حوالے نقل کر دیئے ہیں جن کے بارے میں اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا جاتا ہے اور یہ باور کرانے کی بے جا سعی کی جاتی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام کے قائل اور اس پر شدت سے عامل تھے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ان میں بیشتر حضرات مطلقاً قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور جو قائل ہیں وہ صرف سری نمازوں میں قائل ہیں اور وہ بھی محض استحباب کے طور پر جس کے ترک سے نہ تو نماز باطل و فاسد ہوتی ہے اور نہ بیکار اور کالعدم قرار پاتی ہے جیسا کہ فریق ثانی کا بالکل بے بنیاد دعوےٰ ہے اللہ تعالےٰ افراط و تفریط اور تعصب و غلو سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

باب چہارم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ہم فریق ثانی کے دلائل کی کچھ کائنات اور تانا بانا بھی عرض کردیں تاکہ اس مسئلہ پر تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں اور حقیقت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اگرچہ فریق ثانی نے بزعم خویش قرآن کریم کی بعض آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے اور یہ باور کرانے کی سعی کی ہے کہ ان آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے مگر اس طرز استدلال کو بجائے حجت اور دلیل کہنے کے سینہ زوری اور کشید کہنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ ان آیات میں نہ تو لفظ قرأت ہے، اور نہ امام و مقتدی کا کوئی لفظ ہے چہ جائیکہ ان میں ام الکتاب اور فاتحہ کا لفظ موجود ہو اور صحابہ کرامؓ سے لیکر زمانۂ حال کے کسی معتبر مفسر نے ان میں کسی آیت کے بارے میں یہ نقل نہیں کیا کہ اس کا شانِ نزول مسئلہ قرأت خلف الامام ہے

اور اگر کسی نے کہا بھی ہے تو محض اپنے مسلکی اور ذہنی رجحان کی ترجمانی بلکہ تنگ بندی کی ہے جس کی دلائل سے تائید نہیں ہو سکتی اس لیے ہم ان کو یہاں نقل کر کے اور ان کے جوابات عرض کر کے قارئین کرام کے اذہان کو مشوش نہیں کرنا چاہتے وہ ابحاث آپ اصل کتاب احسن الکلام میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر ہم صرف بطور نمونہ چند احادیث عرض کریں گے جو فریق ثانی کے نزدیک حجت قاطعہ کا درجہ رکھتی ہیں جب ان سے ان کا استدلال درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے تو دوسرے دلائل کا ان کے لیے سودمند نہ ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا آخر عقلمندوں نے بلاوجہ تو یہ نہیں کہا کہ ؏

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

پہلی روایت :۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :۔

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۴) — جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

چونکہ اس روایت میں مقتدی اور خلف الامام کی کوئی قید مذکور نہیں اس لیے فریق ثانی کو اس حدیث سے استدلال کرنے میں علوم آلی خارجی قرائن اور محدثین کرامؒ کے مفروض اجماع ایسے خوش کن الفاظ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ لکھتے ہیں کہ لفظ من عام ہے

جس میں امام منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں (ابکار المنن ص۱۲۰ تحقیق الکلام جلد ۱ ص۱۱) اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر لکھتے ہیں کہ غرض تمام محدثین بالاتفاق اس حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کرتے ہیں (تفسیر واضح البیان ص۱۴۲)

پہلا جواب :- بلاشبہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے لیکن اس روایت سے فریق ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے نہ اس میں مقتدی کی قید موجود ہے اور نہ خلف الامام کی اور جب تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہ ہو کسی بالانصاف عدالت میں ایسا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہو سکتا رہا حرف من سے استدلال تو وہ بھی قابل التفات نہیں ہے اس لیے کہ فریق ثانی جب تک یہ نہ ثابت نہ کر دے کہ حرف منْ تعمیم میں نص قطعی ہے اور کبھی کسی مقام میں تخصیص کے لیے مستعمل نہیں ہوا تو اس وقت تک دعوے اور دلیل میں مطابقت پیدا نہیں ہو سکتی مگر یہ ثابت کرنا کارے دارد یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات حرف منْ عموم کے لیے آتا ہے لیکن بسا اوقات اس سے تخصیص بھی مراد ہو سکتی ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ہم بعض حوالے درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (پ۲۵، شوریٰ ۱) کہ فرشتے زمین پر بسنے والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس آیت میں حرف منْ ہے اور ظاہر ہے کہ تمام زمین پر بسنے والے کے لیے فرشتے طلب مغفرت نہیں کرتے بلکہ صرف مومنوں کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پ ۲۴ مومن -۱) یعنی فرشتے صرف مومنوں کے لیے طلب استغفار کرتے ہیں نہ یہ کہ ہندوؤں، سکھوں، نصرانیوں یہودیوں اور دیگر کافر اور مشرک قوموں کے لیے استغفار کرتے ہیں خواہ وہ انسانوں میں ہوں یا جنوں میں۔ تو یہاں حرف مَنْ کا تخصیص کے لیے آنا اظہر من الشمس ہے

(۲) خداوند ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں :-

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ (پ ۲۹ - ملک ۱)

کیا تم نڈر ہو چکے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے اس سے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔

یہاں بھی حرف مَنْ ہے جس سے مراد اللہ کی ذات ہے نہ کہ ہر ایک مَنْ فِى السَّمَآءِ اور قرآن کریم، صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواحِ انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنین کی روحیں آسمانوں میں موجود ہیں اور ایک صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ اولاد جو اہل النار ہے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں طرف موجود ہے (مسلم جلد ۱ ص ۹۲) اور آسمان پر کوئی جگہ ایسا نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول نہ ہو (مستدرک جلد ۲ ص ۵۱۰ صحیح) اس مذکورہ بالا آیہ کریمہ میں حرف مَنْ ہے جو تخصیص کے لیے ہے

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرمائیں گے۔ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِىْ يَوْمًا (مشکوٰۃ

جلد۲ صفحہ۵۷۹) کہ جن لوگوں نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا انہیں دوزخ سے نکال لو۔ اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے۔ لیکن اس سے مراد صرف اہل توحید ہیں گو کتنے ہی گنہگار ہوں نہ کہ کافر اور مشرک حالانکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کا نام تو لیتے ہیں اور بسا اوقات اسے پکارتے بھی ہیں جیساکہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔ فَاِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (پ۲۱۔ ۳) کہ مشرکین جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ تو مندرجہ بالا حدیث میں۔ حرف مَنْ ہے اور وہ تخصیص کے لیے مستعمل ہوا ہے اس میں تعمیم نہیں ہے کہ مقتدی و امام اور ہر نماز اور ہر نمازی کو شامل ہو جیساکہ فریق ثانی کا زعم ہے۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طاعون اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (بخاری جلد۱ صفحہ۴۹۴) جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل کیا گیا ہے، اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے حالانکہ یہ عذاب صرف بعض مجرم قوموں پر نازل ہوا تھا نہ کہ پیغمبروں اور مومنوں پر العیاذ باللہ تو یہاں بھی حرف من تخصیص کے لیے ہے نہ کہ تعمیم کے لیے۔

(۵) علامہ سید شریف جرجانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

اَلْمَوْصُوْلَاتُ لَمْ تُوْضَعْ لِلْعُمُوْمِ بَلْ هِيَ لِلْجِنْسِ تَحْتَمِلُ الْعُمُوْمَ وَالْخُصُوْصَ

کہ جملہ موصولات (جن میں ما و من داخل ہیں) عموم کے لیے موضوع نہیں بلکہ ان میں عموم

(شرح مواقف جلد ۲ ص ۱۵۹ طبع مصر) اور خصوص دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۶) امام ابوبکر محمد بن احمد سرخسیؒ (المتوفی ۴۹۰ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وَمِنْ هٰذَا الْقِسْمِ كَلِمَةُ مَنْ فَإِنَّهَا كَلِمَةٌ مُبْهَمَةٌ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنْ ذَاتِ مَنْ يَعْقِلُ وَهِيَ تَحْتَمِلُ الْخُصُوصَ وَالْعُمُومَ الخ

اور اسی قسم سے کلمہ مَنْ بھی ہے کیونکہ یہ ایک مبہم کلمہ ہے اور اس سے مراد وہ ذات ہے جو عقل والی ہو (مثلاً انسان، جن اور فرشتے) اور یہ خصوص اور عموم دونوں کا احتمال رکھتا ہے

(اصول السرخسی جلد ۱ ص ۱۵۵ طبع مصر)

قارئین کرام:۔ آپ قرآن کریم، صحیح احادیث اور علماء عربیت کی واضح عبارات سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حرف مَنْ تعمیم کے لیے نص قطعی نہیں ان تمام حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ میر صاحبؒ کا ہر نمازی میں لفظ ہر پر اور مبارکپوری صاحب کا حرف مَنْ پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھنا باطل ہے اور اس سے امام و مقتدی، منفرد اور ہر نمازی مراد لینا صحیح نہیں بلکہ اس سے صرف امام اور صرف منفرد مراد لینا بھی یقیناً صحیح ہے۔

دوسرا جواب:۔ جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حرف مَنْ تعمیم میں نص قطعی نہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کس کے حق میں ہے امام اور منفرد کے حق میں یا مقتدی کے حق میں؟ سو اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس حدیث کے تمام طرق پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں شاید کوئی سراغ

مل جائے چنانچہ یہ بات زبان زد خلائق ہے کہ جوئندہ یابندہ جب ہم نے دیکھا تو اسی حدیث میں یہ زیادت بھی مل گئی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدًا۔ یعنی جس شخص نے سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر فریق ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ اور فصاعدًا اس کے ساتھ اور بھی کچھ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کے لیے ہے ورنہ یہ حکم صرف اور صرف اس شخص کے لیے ہوگا جس کے لیے سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنا ضروری ہو اور وہ صرف امام اور منفرد ہو سکتا ہے مقتدی ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ فریق ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا جائز نہیں تو اس زیادت نے یہ بات متعین کر دی ہے کہ حرف من سے مراد صرف امام اور منفرد ہیں اور مقتدی اس حکم سے یقیناً خارج ہے یہ زیادت بطریق امام معمرؒ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۹ ابوعوانہ جلد ۲ ص ۱۲۴ بسند صحیح مروی ہے صحیح مسلم اور ابوعوانہ کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

فصاعدًا کی بجائے حضرت ابوسعید خدریؓ سے ما تیسّر کی زیادت بھی مرفوع روایت میں مروی ہے (ابو داؤد جلد ۱ ص ۱۱۸ مسند احمد جلد ۳ ص ۴۵ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۶۰ اور معرفت علوم الحدیث ص ۹۷)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے (فتح الباری جلد ۲ ص ۲۰۲)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اسنادہ صحیح (تلخیص الحبیر ص۸۷) امام نووی لکھتے ہیں کہ مَا تَیَسَّرَ کی زیادۃ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے (شرح المہذب جلد۳ ص۳۲۹) قاضی شوکانی امام ابن سید الناس سے (جو الشیخ العلامۃ المحدث الحافظ الادیب اور البارع تھے تذکرہ جلد۴ ص۲۸۵) نقل کرتے ہیں کہ اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات (نیل الاوطار جلد۲ ص۱۰۶)

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی اس زیادت کی تصحیح کرتے ہیں۔ (فتح البیان جلد۲ ص۲۳۹) مولانا شمس الحق لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر امام ابن حبان اور علامہ ابن سید الناس وغیرہ اس کی تصحیح کرتے ہیں (عون المعبود جلد۱ ص۳۰۰)

فَصَاعِدًا اور مَا تَیَسَّرَ کے علاوہ ماذا د کی زیادت بھی مروی ہے۔ (مستدرک جلد۱ ص۲۳۹ سنن الکبری جلد۲ ص۲۷ جزء القراءۃ ص۳ کتاب القراءۃ ص۱۲)

تیسرا جواب: جب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حرفِ مَن عموم میں نص قطعی نہیں ہے اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خود اس روایت میں صحیح اسانید کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فَصَاعِدًا وغیرہ کی زیادت بھی مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کی قراۃ نہ کی تو اس کی نماز نہ ہوگی اور گو مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور نہ پڑھنا محل نزاع ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ماذاد علی الفاتحہ کی قرأت مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے اس لیے اس حدیث

کا صحیح مصداق صرف امام اور منفرد ہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کا پڑھنا صرف امام اور منفرد کے لیے ہی ضروری ہے مقتدی پر اس روایت کے مشتمل نہ ہونے کے لیے فصاعدا کی زیادت نہ صرف کافی ہے۔ بلکہ نص صریح ہے اور اس حدیث کا امام پر مشتمل ہونا ایک اتفاقی امر ہے کیونکہ بعض صحابہؓ اور دیگر ائمہؒ حدیث کے بیان سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ اس حدیث کا اصلی مصداق صرف منفرد ہے اور ضمنی طور پر امام بھی اس میں داخل ہے لوجود العلۃ لہ مگر مقتدی اس سے بہر حال خارج ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا منفرد کے حق میں ہے (ترمذی جلد ۱ صلہ) اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے حق میں ہے (موطا امام مالک ص۲۹) حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے (ترمذی جلد ۱ صلہ) اور امام اسماعیلیؒ (المتوفی ۳۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے (بذل المجہود جلد ۲ ص۵۲)

امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :-

فَاَمَّا حَدِیْثُ عُبَادَۃَ رَضِ الصَّحِیْحُ فَھُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی غَیْرِ الْمَاْمُوْمِ وَکَذٰلِکَ حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ،

بہر حال حضرت عبادہؓ کی صحیح حدیث تو وہ محمول ہے غیر مقتدی پر اور اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث بھی۔

(مغنی ابن قدامہؒ جلد ۱ ص۶۰۲)

اور علامہ شمس الدینؒ لکھتے ہیں کہ :-

فَالْحَدِیْثُ الْاَوَّلُ الصَّحِیْحُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی غَیْرِ الْمَاْمُوْمِ وَکَذَا حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ۔ (شرح مقنع جلد ۲ ص ۱۲)

پہلی حدیث جو صحیح ہے وہ مقتدی کے بارے میں نہیں ہے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث بھی مقتدی کو شامل نہیں ہے

فَصَاعِدًا ۔ مَا تَیَسَّرَ اور مَا زَادَ کی زیادت کے پیش نظر ان اکابر کا یہ ارشاد سو فیصدی صحیح ہے جس میں شک نہیں ہوسکتا لہٰذا اس روایت سے مقتدی پر سورۂ فاتحہ کے لازم ہونے پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

چوتھا جواب :- جمہور اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہو تو اگرچہ اس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اور نہ امام سے سنی ہے لیکن اس کی وہ رکعت صحیح ہو جاتی ہے چنانچہ امام شافعیؒ نے اس رکعت کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے (کتاب الام جلد ۱ ص ۸۷) اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پا لیا تو اس کی وہ رکعت ہو گئی (منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۵) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص امام کو رکوع میں پالے اس کی وہ رکعت سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر بھی جائز ہے (شرح مسلم ص ۱۳۵) حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر کلی اتفاق ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پا لیا ہو اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اس کی وہ رکعت اور نماز صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ ۔ امام مالکؒ، امام ابوثورؒ امام

احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ و دیگر متعدد ائمہ کا یہی مسلک ہے اور صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی مسلک ہے نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا ہو تو اس کی وہ رکعت صحیح ہے۔

(دلیل الطالب ص۲۴۳) مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی شوکانیؒ نے پہلے (نیل الاوطار جلد ۲ ص۲۲۷ میں) یہ لکھا تھا کہ مدرک رکوع کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی لیکن بعد کو جمہور کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے فتاویٰ فتح الربانی میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے والے کی وہ رکعت بالکل صحیح ہے (عون المعبود جلد ۱ ص۳۳۴) مبارکپوری صاحبؒ (حدیث مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْہَا الحدیث کی تحقیق میں) لکھتے ہیں کہ اس سے وہ رکعت مراد ہو سکتی ہے جس میں مقتدی نے امام کو بحالت رکوع پالیا ہو اور خود قرائت نہ کی اس کی وہ رکعت جائز اور صحیح ہوگی (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص۲۶۱)

حضرات! بنظر انصاف کے ساتھ آپ ایک طرف محدثین کرام کی ان تصریحات کو ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف یہ دعوے دیکھیں کہ تمام محدثین بالاتفاق اس حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کرتے ہیں اور یہ کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کالعدم ہے ناقص ہے بیکار ہے اور باطل ہے اور غور فرمایئے کہ یہ دعویٰ کس حد تک مبنی بر انصاف ہے۔

پانچواں۵ جواب :- اگر فریق ثانی اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ حضرت عبادہؓ بن صامت کی یہ روایت مقتدی کے حق میں ہے تو ان کو چاہیئے کہ امام کے پیچھے جہر سے قرأۃ کیا کریں کیونکہ حضرت عبادہؓ جہر سے قرأۃ کیا کرتے تھے چنانچہ امیر یمانیؒ (حدیث وَلَا تَقْرَءُوا بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ :-

وَهٰذَا عُبَادَةُ رَاوِي الْحَدِيْثِ قَرَأَ بِهَا جَهْرًا خَلْفَ الْإِمَامِ لِأَنَّهُ فَهِمَ مِنْ كَلَامِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقْرَأُ بِهَا خَلْفَ الْإِمَامِ جَهْرًا وَإِنْ نَازَعَهُ۔	حضرت عبادہؓ نے جو اس روایت کے راوی ہیں امام کے پیچھے بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھی اس لیے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے یہی سمجھا تھا کہ امام کے پیچھے بلند آواز سے فاتحہ پڑھی جا سکتی ہے اگرچہ امام کے ساتھ منازعت ہی کیوں نہ ہو۔

(سبل السلام جلد ۱ ص ۲۴۶)

یہ روایت فریق ثانی کے نزدیک صحیح ہے اور یہ معنی بھی ایک غیر مقلد عالم نے بیان کیا ہے اس لیے ان کو امام کے پیچھے خوب زور و شور سے ام القرآن کی قرأت کرنی چاہیئے اگرچہ کھلے طور پر منازعت اور مخالجت بھی ہوتی ہے اگر حضرت عبادہؓ کی اس روایت پر ان کا عمل نہیں ہے اور ترک جہر کرتے ہوئے بھی ان کی نماز جائز اور صحیح ہے اور ان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں تو دوسروں سے یہ انوکھا مطالبہ کیسے صحیح ہے؟ اور ان کی نماز کیوں کالعدم، ناقص، بیکار اور باطل ہے؟

علی سے ترک کر دیا ہے چنانچہ حافظ ابو عمر بن عبد البر رح لکھتے ہیں کہ

اَلْعَلَاءُ لَيْسَ بِالْمَتِيْنِ عِنْدَ هُمْ	علاء بن عبد الرحمن رح محدثین کے نزدیک چنداں
وَقَدْ اِنْفَرَدَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ	قابل اعتبار نہیں اور وہ اس حدیث کو بیان
يُوْجَدُ اِلَّا لَهٗ وَلَا تَرْوِى اَلْفَاظُهٗ عَنْ	کرنے میں متفرد ہیں ان کے بغیر کسی اور سے
اَحَدٍ سِوَاهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔	یہ الفاظ مروی نہیں۔

(کتاب الانصاف ص۱۲)

علامہ ذہبی رح اور حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں کہ امام ابن معین رح نے فرمایا کہ لَيْسَ حَدِيْثُهٗ بِحُجَّةٍ کہ علاء بن عبد الرحمن کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی ابن عدی رح ان کو لَيْسَ بِالْقَوِيّ کہتے ہیں ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان کی بعض حدیثیں منکر ہوتی ہیں، ابو زرعہ کا بیان ہے کہ وہ کوئی زیادہ قوی نہ تھے امام ابو داؤد رح فرماتے ہیں کہ محدثین نے ان کی صیام شعبان کی حدیث، ان کے مناکیر میں شامل کی ہے محدث خلیلی رح کا بیان ہے کہ ان کی ایسی روائتیں بھی ہیں جن میں ان کا کوئی متابع نہیں (دیکھئے کتاب الانصاف ص۱۲ میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۱۲ اور تہذیب التہذیب جلد ۸ ص۱۸۶) اصل روایت یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِاُمِّ الْكِتَابِ	کہ ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی
فَهِيَ خِدَاجٌ اِلَّا صَلٰوةً خَلْفَ الْاِمَامِ	جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے پڑھی

(کتاب القرأۃ ص۱۳۵) جانے والی نماز اس سے مستثنیٰ ہے

علاء بن عبدالرحمنؒ کے بارہ میں محدثین کی تصریحات اور اصلی روایت میں اِلّا خَلْفَ الْاِمَامِ کی زیادت کے بعد یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ علاء بن عبدالرحمنؒ نے غلطی سے اس زیادۃ کو ترک کر دیا ہے اور امام بیہقیؒ کا یہ اعتراض چنداں وقعت نہیں رکھتا، اصل روایت میں یہ زیادۃ موجود نہیں جیسا کہ علاء بن عبدالرحمن نے نقل کیا ہے یہ زیادۃ خالد بن عبداللہ الطحانؒ نے غلطی سے روایت کے ساتھ ملا دی ہے (کتاب القرأۃ ص۱۳۵ محصلہ) کیونکہ خالد بن عبداللہ الطحان باالاتفاق ثقہ اور ثبت ہیں جیسا کہ امام احمدؒ ابن سعدؒ، ابو ذرعہؒ، اور امام نسائیؒ نے ان کو ثقہ لکھا ہے ابو حاتم ان کو ثقہ اور صحیح الحدیث لکھتے ہیں امام ترمذیؒ ان کو ثقہ اور حافظ کہتے ہیں محمد بن عمار ان کو اثبت لکھتے ہیں ابن حبان نے ان کو ثقات میں لکھا ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۳ ص۱۰۰) امام احمدؒ ان کو من افاضل المسلمین کہتے ہیں (بغدادی جلد ۸ ص۲۹۴) علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ اور الامام لکھتے ہیں (تذکرہ جلد ۱ ص۲۳۹) اور ثقہ اور ثبت کی زیادت بالاتفاق مقبول ہوتی ہے اس لیے ان پر روایت کے ساتھ اپنی طرف سے زیادت ملا دینے کا الزام کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا ہاں یہ بات یقیناً قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ علاء بن عبدالرحمنؒ نے یہ زیادۃ غلطی سے ترک کر دی ہو کیونکہ کتب رجال میں ان پر جرح اور کلام کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے اور کمزور راوی کی حدیث

کی وجہ سے ثقہ کی روایت رد نہیں کی جا سکتی۔

تیسرا جواب:۔ لفظ خداج اور غیر تمام رکنیت کو نہیں چاہتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقَامَۃُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ (بخاری جلد ا ص) کہ صف کا درست کرنا نماز کے اتمام میں داخل ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ (مسلم جلد ا ص ۱۸۲ و مسند احمد جلد ۳ ص ۱۷۷) بلاشک صفوں کا درست کرنا تمام صلوٰۃ میں داخل ہے یہ ٹھیک ہے کہ صفوں کی درستگی کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا خاص خیال فرماتے تھے لیکن تسویۂ صفوف آخر رکن صلوٰۃ تو نہیں کہ اس کے بغیر مطلقاً نماز ہی نہ ہوتی ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے آپ سے پہلے رکوع سے سر اٹھا لیا تھا فرمایا اِیَّاکُمْ وَخِدَاجَ الصَّلٰوۃِ (مسند احمد جلد ۲ ص ۱۷۴) کہ تم ناقص نماز اور خداج سے بچو، اس حدیث میں غیر رکن پر لفظ خداج کا اطلاق ہوا ہے۔

چوتھا جواب:۔ امام موفق الدین ابن قدامہؒ اور علامہ شمس الدینؒ کے حوالہ سے پہلے ہم یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بھی منفرد کے حق میں ہے اس روایت کا مقتدی کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور نہ اس کا مصداق مقتدی ہے۔

پانچواں جواب:۔ قِرَاءَۃً فِی النَّفْسِ کے معنی عربی قواعد کے لحاظ سے

زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے علاوہ دل ہی دل میں تدبّر اور غور کرنے کے بھی آتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اِذَا قَرَأْتَهَا فِیْ نَفْسِكَ لَمْ يَكْتُبَاهَا (نہایہ جلد ۴ ص۲۶۷) یعنی جب تم دل میں پڑھتے ہو تو کراماً کاتبین اس کو نہیں لکھتے۔ دل میں پڑھنے کا مطلب جسے کراماً کاتبین بھی نہ لکھیں غور کرنے اور تدبر کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالے کہ تمہارا وضو ٹوٹ چکا ہے تو شخص اس وسوسہ کی بنا پر نماز نہ چھوڑ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ كَذَبْتَ یعنی اے شیطان تو جھوٹ کہتا ہے مگر یہ کہنا فِیْ نَفْسِہٖ ہو جیسا کہ امام ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں نقل کیا ہے (بلوغ المرام ص۸) سوچئے کہ بحالت نماز شیطان کو کہنا کہ تم جھوٹ بکتے ہو میرا وضو نہیں ٹوٹا بغیر تدبر اور غور و فکر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

چھٹا جواب:۔ فِیْ نَفْسٍ کے معنیٰ اکیلے اور منفرد کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے وَقُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِیْغًا۔ (پ۵ نساء ۹) اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان میں سے ہر ایک ایک اور اکیلے اکیلے کو انتہائی بلیغ بات کہ دیجئے اس آیت میں فِیْ نَفْسٍ کا معنی امام عربیت علامہ زمخشریؒ نے تفسیر کشاف جلد ۱ ص۲۷۱ میں اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد ۳

ص۳۷ میں اور متعدد دیگر مفسرین کرامؒ نے جن میں قاضی بیضاویؒ صاحب روح المعانی وغیرہ شامل ہیں یہی معنیٰ کیا ہے اور اسی طرح کا معنیٰ حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے (فتح الملہم جلد۱ ص۲۱۱)

ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند قدوس سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ الحدیث۔ (بخاری جلد۲ ص۱۱۰۱ و مسلم جلد۲ ص۳۴۳ و مسند احمد جلد۲ ص۴۲۱)	جب میرا کوئی بندہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب مجھے وہ کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس جماعت سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں فِیْ نَفْسِہٖ تنہا اور اکیلے کے معنیٰ میں ہے کیونکہ اس کا تقابل فِیْ مَلَاءٍ (جماعت) سے کیا گیا ہے۔

تیسری روایت:۔ محمد بن اسحاق۔ مکحولؒ سے روایت کرتے ہیں وہ محمود بن ربیع سے اور وہ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے اور وہ فرماتے ہیں کہ:۔

کُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ہم صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراءۃ کر رہے تھے آپ

فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَؤُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا (ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۹ ترمذی جلد ۱ ص ۴۱ دارقطنی ص ۱۲۰ مستدرک جلد ۱ ص ۲۳۸ جزء القرأۃ ص ۱۴ کتاب القرأۃ ص ۳۶ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۴)

پر قرأۃ ثقیل ہو گئی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے قرأۃ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جی ہاں ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور کچھ بھی نہ پڑھو۔

نسائی میں اس روایت کی سند یوں ہے عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ (نسائی جلد ۱ ص ۱۰۴) اور ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۹ کی ایک سند یوں ہے عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعٍ الخ نیز دارقطنی جلد ۱ ص ۱۲۰ میں بھی اسی طرح ہے۔

پہلا جواب :- فریق ثانی کا اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور چونکہ یہ روایت ان کے دعوے کے لیے صریح دلیل ہے کیونکہ اس میں خلف الامام اور سورۂ فاتحہ کی خاص قید موجود ہے اور شاید اسی صریح روایت کے سہارے پر انھوں نے تمام دنیا کے احناف کو چیلنج کیا ہے اور غالباً ان کا یہ دعویٰ

کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کالعدم بیکار ناقص اور باطل ہے (بلفظہٖ) اسی حدیث اور اس مضمون کی دوسری حدیثوں پر مبنی ہے اس لیے ہمیں بھی اس حدیث پر قدرے تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلا جواب:- اس روایت کا ایک راوی محمد بن اسحاق ہے گو وہ تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے (ضعفاء صغیر ص۵۲) ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد ۱ ص۴۳۳) ابن نمیرؒ کہتے ہیں کہ وہ مجہول لوگوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے (بغدادی جلد ۱ ص۲۲۷) دار قطنیؒ کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں (بغدادی جلد ۱ ص۲۳۶) سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے امام الجرح والتعدیل یحییٰ القطانؒ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے (میزان جلد ۳ ص۲۱) وُہیب بن خالدؒ اس کو جھوٹا اور کاذب کہتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۴۵) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا (میزان جلد ۳ ص۲۱) نیز امام مالکؒ نے اسے کذاب کہا ہے (بغدادی جلد ۱ ص۲۳۴)

جریر بن عبدالحمیدؒ کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہونگا جس زمانے میں لوگ محمد بن اسحاق سے احادیث کی سماعت کریں گے (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۶) ابو زرعہؒ کا بیان ہے کہ بھلا ابن اسحاق کے بارہ میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے؟ وہ تو محض ہیچ تھا (توجیہ النظر ص ۲۱ و جوہر النقی جلد ۱ ص ۱۵۵) عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبلؒ لم یکن یحتج بہ فی السنن۔

(بغدادی جلد ۱ ص ۲۳۰ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۲) سنن اور احکام میں وہ ان سے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ حنبل ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ابن اسحاق لیس بحجۃ یعنی ابن اسحاق حجت نہیں ہے (بغدادی جلد ۱ ص ۲۳۰ و تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۳) ایوب بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے احمد سے دریافت کیا کہ ابن اسحاقؒ جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں متفرد ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ قال لا واللہ (بغدادی جلد ۱ ص ۲۳۰) بخدا ہرگز نہیں۔

ابن ابی خیثمہؒ کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو لیس بذاک ضعیف اور لیس بالقوی کہا ہے۔ میمونیؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے (بغدادی جلد ۱ ص ۲۳۱ و تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۴) علی بن مدینیؒ کا بیان ہے کہ لم یضعفہ عندی الا روایتہ عن اہل الکتاب۔ میرے نزدیک ابن اسحاقؒ صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے کر بیان کرتا ہے!

دوسرا جواب:۔ اس روایت میں ایک راوی مکحول بھی ہیں جو کہ معیاری

ثقہ نہ ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہیں چنانچہ امام حاکمؒ لکھتے ہیں اِنَّ عَامَّۃَ حَدِیْثِ مَکْحُوْلٍ عَنِ الصَّحَابَۃِ حَوَالَۃٌ (معرفت علوم الحدیث ص۱۱۱) کہ مکحول کی صحابہ کرامؓ سے اکثر حدیثیں صرف تدلیس وارسال کے حوالہ نظر ہیں۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ مکحول حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہؓ سے تدلیس کرتے تھے (تذکرہ جلد ۱ ص۱۰۱) علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں، محدثین کی ایک جماعت نے مکحول کی تضعیف کی ہے اور مکحول صاحب تدلیس بھی تھے (میزان جلد ۳ ص۱۹۸) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مکحول نے دیگر صحابہؓ سے عموماً اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے خصوصاً کوئی روایت نہیں سنی وہ محض تدلیس سے کام لیتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۲۹۲) امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ لیس بالمتین۔ چنداں قابل اعتبار نہ تھے اور باوجود اس کے مدلس بھی تھے۔ (قانون الموضوعات ص۲۹۸) مبارکپوری صاحب بھی ان کو مدلس لکھتے ہیں۔ (ابکار المنن ص۱۷۷) نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں ومن اقسام الضعیف المدلس۔ یعنی مدلس روایت ضعیف روایتوں میں شمار ہوتی ہے۔ (دلیل الطالب ص۸۶۲) اور مبارکپوریؒ صاحبؒ لکھتے ہیں عَنْعَنَۃُ الْمُدَلِّسِ غَیْرُ مَقْبُوْلَۃٍ (ابکار المنن ص۲۲۵)

اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (تحقیق الکلام جلد ۲ ص۷) اور یہ بھی مت بھولئے کہ کسی قابل اعتبار سند سے مکحول کی محمود بن ربیع سے

سماعت اور تحدیث ثابت نہیں (بغیۃ الالمعی جلد ۲ ص۱۲)

تیسرا جواب :- امام نسائی کی سند میں جو نافع بن محمود ہیں ان کی حدیث معلول ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ نافع بن محمود سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ حدیثہ معلل کہ اس کی حدیث معلول ہے (میزان جلد ۳ ص۲۲۲) اور وہ مجہول بھی ہیں چنانچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (الجوہر النقی جلد ۲ ص۱۶۵) حافظ ابوعمر بن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۴۱۰) شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں (لیس بمعروف) کہ وہ مجہول ہے (مغنی ابن قدامہؒ جلد ۱ ص۶۰۶) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ مستور ہے (تقریب ص۳۷۷) محقق نیمویؒ اس کا مجہول ہونا نقل کرتے ہیں (تعلیق الحسن ص۹۰) نافع کے مجہول ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز ہمیں اس بات کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول اور غیر معروف راویوں سے اخذ کریں (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۴۰)

چوتھا جواب :- یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ خلف الامام کی قید کے ساتھ یہ موقوف ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے۔ وَرَفْعُهُ ثَابِتٌ بِوُجُوْهٍ وَإِنَّمَا هُوَ قَوْلُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ (تنوع العبادات ص۸۶)

یعنی یہ حدیث کئی وجوہ سے ضعیف اور معلول ہے اور یہ مرفوع بھی نہیں بلکہ حضرت عبادۃؓ کا قول ہے اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ :-

وَھٰذَا الْحَدِیْثُ مُعَلَّلٌ عِنْدَ اَئِمَّۃِ الْحَدِیْثِ کَاَحْمَدَ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْاَئِمَّۃِ وَقَدْ بُسِطَ الْکَلَامُ عَلٰی ضُعْفِہٖ فِیْ غَیْرِ ھٰذَا الْمَوْضِعِ وَبُیِّنَ اَنَّ الْحَدِیْثَ الصَّحِیْحَ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَاہُ فِی الصَّحِیْحِ وَرَوَاہُ الزُّھْرِیُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِیْعٍ عَنْ عُبَادَۃَؓ اَمَّا الْحَدِیْثُ فَغَلَطَ فِیْہِ بَعْضُ الشَّامِیِّیْنَ وَاَصْلُہٗ اَنَّ عُبَادَۃَؓ کَانَ یَوْمًا فِیْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ فَقَالَ ھٰذَا فَاشْتَبَہَ عَلَیْھِمُ الْمَرْفُوْعُ بِالْمَوْقُوْفِ عَلٰی عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِؓ الخ (فتاوٰی لابن تیمیہ جلد۲ ص۱۵۰)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے معلول قرار دیا ہے اور کسی دوسرے مقام میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس کا ضعف بیان کیا گیا ہے اور اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحیح حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہے اور جسے امام زہریؒ نے محمود بن ربیع کے طریق سے حضرت عبادۃؓ سے روایت کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی رہی یہ حدیث جس میں خلف الامام کی زیادت ہے تو اس میں بعض شامی راویوں کی غلطی شامل ہے وہ یہ کہ حضرت عبادۃؓ نے ایک دن بیت المقدس میں یہ حدیث بیان کی اور اپنا قول بھی خلف الامام کی قید والا انہوں نے بیان کیا پس راویوں پر مرفوع حدیث اور موقوف قول مشتبہ اور خلط ملط ہوگیا

شیخ الاسلامؒ کی یہ عبارت نص صریح ہے کہ کمزور ضعیف اور لیس بالمتین قسم کے راویوں نے حضرت عبادہؓ کے موقوف قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مرفوع حدیث میں ملا دیا ہے حالانکہ مرفوع حدیث میں خلف الامام کا ذکر تک نہیں ہے اور گذر چکا ہے کہ وہ حدیث امام اور منفرد کے حق میں ہے کیونکہ اس میں فصاعداً کی زیادت بھی ہے۔

چوتھی روایت:۔ امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لعلکم تقرءون والامام یقرأ قالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا الا ان یقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب (سنن الکبریٰ جلد۲ ص۱۶۸) کہ شاید تم اس وقت قرأۃ کیا کرتے ہو جس وقت امام قرأۃ کر رہا ہوتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ہم قرأۃ کیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا قرأۃ نہ کیا کرو ہاں مگر سورۂ فاتحہ کی قرأۃ کر لیا کرو۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ھٰذا اسناد جیدٌ اس کی سند جید کھری اور عمدہ ہے۔

الجواب:۔ نہ معلوم بیہقیؒ نے سند کو کس طرح جید کر دیا ہے حالانکہ اس سند میں ابراہیم بن ابی اللیث ہے جس کے متعلق صالح جزرہؒ کہتے ہیں کہ وہ بیس برس تک جھوٹ کہتا رہا ہے ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور احمق تھا ساجیؒ اسکو متروک کہتے ہیں ابن معینؒ نے بعد میں اسے کذاب اور خبیث کہا ہے پہلے اس

کے جھوٹ کی حقیقت دورقیؒ نے واضح کی تھی یعقوب بن شیبہؒ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پہلے اس سے روایتیں لکھی تھیں مگر پھر سب نے اسے ترک کر دیا تھا اس میں اتنی جرات بڑھ گئی تھی کہ وہ جعلی اور موضوع حدیثیں بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں وہ ضعیف سمجھا جاتا ہے (لسان المیزان جلد۱ صفحہ۹۲،۹۳) علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں کہ ابن معینؒ نے پہلے اس کی توثیق کی تھی لیکن بعد کو جب تحقیق کر لی تو اس کی انتہائی مذمت کی حتیٰ کہ اسے کذاب اور خبیث تک کہا اور فرمایا کہ خدا اس کا ستیاناس کرے حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینیؒ پر ابتداءً اس کا معاملہ مشکل رہا لیکن بعد میں جب اس کا جھوٹ واضح ہو گیا تو انہوں نے اس کی روایت کو بالکل ترک کر دیا (بغدادی جلد۷ صفحہ۱۹۴تا۱۹۶ ملتقطاً) یہ ہے امام بیہقیؒ کی اسناد جیدؒ؟

اس کے علاوہ اور بھی بعض مرفوع روایتیں فریق ثانی نے اپنے استدلال میں پیش کی ہیں لیکن ان میں اکثر روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور جو قدرے قوی ہیں ان سے بھی قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ پر فریق ثانی کا احتجاج درست نہیں ہے کیونکہ بعض میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورت اور زیادت کا ذکر بھی ہے جس کا فریق ثانی قائل نہیں ہے اور بعض میں درایتی اعتبار سے خامی ہے اس کی تشریح احسن الکلام میں ملاحظہ فرمائیں۔

آثار صحابہ کرامؓ:۔ فریق ثانی نے صحابہ کرامؓ کے بعض آثار سے بھی قرأت خلف الامام

کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے لیکن اصولاً ان کو ان سے استدلال کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ در موقوفات صحابہؓ حجت نیست اگرچہ بصحت رسید۔ بایں ہمہ ان میں بھی اکثر آثار سنداً صحیح نہیں ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں قرأت خلف الامام کے قائل حضرت عبادہؓ بن الصامت ہی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کے قائل نہ تھے انہوں نے حضرت عبادہؓ کی جہری نمازوں میں قرأت پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعت کیوں کی جارہی ہے؟ تو اس کے بعد آپ نے آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی، یہ استثنا صرف عبادہ بن الصامتؓ نے سُنی اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سُن سکے اور اس کو حضرت عبادہؓ نے خوب یاد کیا اور اس کو ادا کیا سوان کی طرف رجوع کرنا ضروری ٹھہرا (کتاب القراۃ ص۴۹)

صحابہ کرامؓ کو جس قدر نماز اور جماعت کا شوق تھا وہ اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو حکم بیان کیا وہ کھول کر بیان کیا مگر تعجب ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم آپ نے آہستہ بیان کیا اور یہ حکم صرف حضرت عبادہؓ نے سنا اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سُن سکے کیوں؟ اس لیے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ضروری نہ تھا ورنہ رازداری کا کوئی معنی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت صحیحہ پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔